تنظیم اسلامی کا ترجمان

04

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

15 تا 21 جمادی الاوّل 1440ھ / 22 تا 28 جنوری 2019ء

پاکستان کی اساس

''ہندوستان کی تقسیم دو قومی نظریئے کی بنیاد پر عمل میں آئی تھی اور پاکستان مسلم قومیت کی اساس اور اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مفکر ومصور پاکستان علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبہ الٰہ آباد میں برعظیم ہندو پاک کے شمال مغربی علاقے پر مشتمل ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی تجویز مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی بنیاد پر اور ہندو مسلم تنازعے کے مؤثر حل کے طور پر اور اس مقصد کے تحت پیش کی تھی کہ مسلمانانِ ہند کو ایک موقع میسر آ جائے کہ وہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی پر جو پردے دورِ ملوکیت میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کے اس نظام کو دوبارہ قائم کر سکیں جو نبی اکرم ﷺ کی ''رحمت للعالمینی'' کا اصل مظہر ہے، تاکہ پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت اور سلامتی کا ایک روشن مینار وجود میں آ سکے — اور اسی طرح بانی ومعمار پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی فرمایا تھا کہ ہمیں پاکستان اس لیے مطلوب ہے کہ عہد حاضر میں اسلام کے اُصولِ حریت واُخوت ومساوات کا ایک عملی نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

مظلوم یغور مسلمان اور امریکہ...
گھریلو جھگڑوں سے نجات
GSP پلس کی حقیقت اور......
دعا کیے جائیں!
سیاست وسیادت یا انارکی وحماقت
ریاست مدینہ میں شراب حرام تھی

الھدیٰ (837)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالفین کی ناکامی

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات: 70، 71

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا
اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝

آیت ۷۰ ﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ ’’اور انہوں نے ارادہ کیا اُس ؑ کے ساتھ ایک چال چلنے کا‘‘

ان الفاظ پر میں ایک طویل عرصے تک غور کرتا رہا کہ اس سارے منصوبے میں ان کی ’’چال‘‘ آخر کون سی تھی مگر مجھے کچھ سمجھ نہ آیا۔ پھر یکایک ذہن اس خیال کی طرف منتقل ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ لوگ درحقیقت ڈرانا چاہتے تھے‘ جلانا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے آپؑ کو آپؑ کے موقف سے ہٹانے کے لیے انتہائی خوفناک دھمکی دی تھی (حَرِّقُوْهُ) کہ اسے جلا ڈالو! ان کا خیال تھا کہ ابھی تو یہ بڑے بہادر بنے ہوئے ہیں‘ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہیں‘ مگر جب انہیں آگ کے ہیبت ناک الاؤ کے سامنے لے جا کر کھڑا کیا جائے گا تو ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے‘ اور آپؑ جان بچانے کے لیے توبہ پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یوں انہوں نے آپؑ کے خلاف چال چلی مگر یہ چال انہیں الٹی پڑ گئی۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی!

﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝﴾ ’’لیکن ہم نے انہی کو کر دیا خسارا اٹھانے والے۔‘‘

وہ اپنی چال میں ناکام ہو گئے۔

آیت ۷۱ ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ’’اور ہم ابراہیمؑ کو اور لوطؑ کو بچا کر اُس سرزمین کی طرف نکال لے گئے جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں سب جہان والوں کے لیے۔‘‘

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ وہ آپؑ پر ایمان لے آئے۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی آپؑ کے ساتھ تھے۔ آپؑ لوگ عراق کے مشرقی علاقے کے راستے سے ہوتے ہوئے شام پہنچے۔ درمیان میں چونکہ شرق اردن وغیرہ کا علاقہ ناقابل عبور صحرا پر مشتمل تھا اس لیے شام کے شمالی علاقے سے ہوتے ہوئے اور پھر نیچے کی طرف سفر کرتے ہوئے فلسطین پہنچے اور وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔

فرمانِ نبویؐ

داڑھی اور سر کے سفید بال

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(مسند احمد)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(سر اور داڑھی کے) سفید بال نہ اکھاڑا کرو، کیونکہ وہ قیامت کے دن مسلمان کا نور (روشنی) ثابت ہوں گے۔‘‘

تشریح: درحقیقت انسانی زندگی میں وقار ایک پسندیدہ خصلت شمار ہوتی ہے وقار ایسی محمود صفت ہے جو آدمی کو بہکنے اور بھٹکنے سے اور گناہوں سے احتراز کرنے پر مائل کرتی ہے! اس حدیث میں سفید داڑھی کو ایک نور سے تشبیہہ دی گئی ہے جو قیامت کی اندھیریوں میں مسلمانوں کے لیے روشنی کی قندیل ثابت ہوگی۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مظلوم یغور مسلمان اور امریکہ کے مذموم عزائم

سنکیانگ کے یغور مسلمانوں پر یقیناً ایک عرصے سے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں لیکن حال ہی میں مغربی میڈیا نے اچانک ان مظالم کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ مغرب کے اصل عزائم کیا ہیں، اُن پر ہم بعد میں روشنی ڈالیں گے، اس سے پہلے ہم چاہیں گے کہ قارئین کا یغور مسلمانوں سے تعارف کرا دیں اور مغربی میڈیا جو الزامات لگا رہا ہے اُس کی تفصیل بھی عرض کر دیں۔ یغور ترکی النسل ہیں جو مشرقی اور وسطی ایشیا میں آباد ہیں۔ بعض مؤرخین یغور کی تاریخ چھ ہزار چار سو (6400) سال پرانی بتاتے ہیں۔ جب اس خطہ زمین پر اسلام کا سورج طلوع ہوا تو دنیا کے باقی حصوں کی طرح سنکیانگ بھی منور ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اَسّی (80) فیصد یغور مسلمان ہیں۔ یغور زیادہ تر سنکیانگ میں رہتے ہیں۔ جہاں ان کی تعداد ایک اندازے کے مطابق دوسوا دو کروڑ کے قریب ہے۔ وسطی ایشیا کی دوسری آبادیوں کی طرح یغور بھی یورپی اور مشرقی ایشیائی آبادیوں سے قربت رکھتے ہیں۔ اب آیئے ان الزامات کی طرف جو مغربی میڈیا یغور مسلمانوں کے حوالے سے چین پر لگا رہا ہے۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق چینی حکومت نے دس لاکھ یغور مسلمانوں کو کنسنٹریشن کیمپوں میں رکھا ہوا ہے۔ کنسنٹریشن کیمپ کی اصطلاح اِس لیے استعمال کی گئی کیونکہ اسی نام سے موسوم کیمپوں میں نازی جرمنی نے یہودیوں کو رکھا ہوا تھا۔ گویا دنیا کو بتانا مقصود ہے کہ جو سلوک نازی جرمن نے یہودیوں سے کیا تھا، ایسا ہی چینی یغور مسلمانوں سے کر رہے ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ رقم طراز ہے کہ چینی حکومت نے اِن دس لاکھ یغور مسلمانوں کے ساتھ دس لاکھ کمیونسٹوں کو آباد کیا ہوا ہے، تاکہ اُنہیں اُن کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے۔ سوشل میڈیا پر مسلسل یہ خبر چل رہی ہے کہ یتیم خانوں میں یغور بچوں کو لادین بنانے کا کام منظم طریقے سے کیا جاتا ہے پھر یہ کہ چینی حکومت اُنھیں اچھے عہدوں تک پہنچنے نہیں دیتی۔ حتیٰ کہ یہ کام اُن علاقوں میں بھی ہوتا ہے۔ جنہیں کچھ خودمختاری حاصل ہے۔ چینی حکومت اب تک پانچ ہزار مساجد کو یا تو شہید کر چکی ہے یا انہیں بند کر دیا گیا ہے۔ یغور مسلمان اپنے نام کے ساتھ محمد کا لفظ نہیں لگا سکتے۔ لوگوں کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور داڑھی رکھنے پر اور عورتوں کو پردہ کرنے پر گرفتاری کا خطرہ رہتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں پر حلال کا لیبل لگانا انتہا پسندی سمجھی جاتی ہے جبکہ سور کھانا ماڈریٹ ہونے کی دلیل ہے۔

یغور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ظلم وستم سے اہل پاکستان کافی حد تک واقف ہیں۔ پاکستان اور چین کی دوستی کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دوستی ہمالیہ سے بلند، سمندر سے گہری اور شہد سے میٹھی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس پس منظر میں ان الزامات کا دس فیصد بھی اگر درست ہے تو یہ قابل مذمت ہے اور پاکستان کو چین کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اپنے شہریوں سے ایسا رویہ خود چین کے لیے ضرر رساں ہے اور

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 جمادی الاوّل 1440ھ جلد 28
22 تا 28 جنوری 2019ء شمارہ 04
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اہل پاکستان کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ البتہ ہم پُر زور طریقے سے یہ اعلان بھی کریں گے کہ امریکہ، مغرب یا کسی بھی غیر مسلم ملک کو اس معاملے میں مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان کے عوام کا یہ کردار ہونا چاہیے کہ وہ حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالیں کہ چین جو ہمارا دوست ہے اور انتہائی نازک مواقع پر پاکستان کی مدد کے لیے آگے بڑھا ہے، اِس بات پر انتہائی سنجیدگی سے غور کرے اور کم از کم یغور مسلمانوں کو اِس بات کی اجازت تو دے کہ وہ اپنی عبادات اور مذہبی شعائر کو آزادانہ طور پر روبہ عمل لا سکیں۔ پاکستانی عوام اور حکومت دونوں کو ناصحانہ انداز اختیار کرنا چاہیے اور مسلسل یہ کوشش کرنی چاہیے کہ چین میں ہمارے مسلمان بھائی خوش و خرم زندگی گزار سکیں۔ البتہ ہمیں امریکہ اور مغرب کے ہتھکنڈوں سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔

امریکہ کے اصل عزائم کیا ہیں اور اندر کی بات کیا ہے، وہ تو کسی طرح ڈھکی چھپی نہیں۔ اس لیے کہ امریکہ کو اگر یغور کے مسلمانوں سے حقیقی ہمدردی ہوتی اور واقعتاً اُن کے دکھوں کا احساس ہوتا تو وہ یہ سب کچھ ایک عرصہ پہلے کرتا۔ آج جب امریکہ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ معاشی اور اقتصادی لحاظ سے جن بن جانے والا چین عسکری اور دفاعی لحاظ سے بھی ایک قوت کے طور پر اُبھر رہا ہے تو وہ اپنی خصلت کے مطابق اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے امت مسلمہ خاص طور پر پاکستان کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات انگیخت کر رہا ہے۔ وہ گزشتہ صدی کی اُسی تاریخ کو دہرانا چاہتا ہے جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا تو امریکہ کو یکدم مسلمانوں اور اسلام سے عشق لاحق ہو گیا تھا۔ وہ دنیا بھر میں جہاد جہاد کی پکار لگانے لگا۔ جہادی مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ اُن کی اسلحہ، بارود اور نقد رقم سے مدد کی۔ سوویت یونین کو شکست دینے کے لیے جہادی مسلمانوں کو استعمال کیا۔ سوویت یونین پاش پاش ہو گیا اور امریکہ سپریم پاور آف دی ورلڈ بننے میں کامیاب ہو گیا۔ دنیا Unipolar ہو گئی۔ امریکہ دنیا کا شہنشاہ بن گیا تو اس نے اپنا روپ بدل لیا۔ کون نہیں جانتا کہ پھر اسی امریکہ نے دنیا بھر میں مسلمانوں پر بدترین ظلم ڈھائے۔ اب امریکہ کی اِس عالمی شہنشاہیت کو چین سے خطرہ نظر آ رہا ہے۔ امریکہ جان گیا ہے کہ سی پیک جیسے چین کے منصوبے نہ صرف چین کی اقتصادی قوت کو مزید بڑھا دیں گے بلکہ اِس سے چین کی عسکری قوت میں بھی اضافہ ہوگا اور دنیا کے بہت سے ممالک چین کے زیر اثر آ جائیں گے جس سے امریکہ کے معاشی اور جنگی مفادات کو زبردست زک پہنچے گی۔ لہٰذا ایک بار پھر امریکہ اپنے وسائل اور مسلمانوں کا خون استعمال میں لا کر اپنی عالمی شہنشاہیت کو بحال رکھنا چاہتا ہے۔ یغور مسلمانوں سے اظہارِ ہمدردی کرنے سے پہلے امریکہ اپنے گریبان میں منہ ڈالے یا آئینہ دیکھے تاکہ اُس کو معلوم ہو کہ وہ کس طرح فلسطینی مسلمانوں کے گھر اُجاڑنے، اُن کی زندگیاں اجیرن کرنے اور اُن کا خون بہانے میں اسرائیلی درندوں کا پون صدی سے ساتھ دے رہا ہے۔ اُس کی پیٹھ تھپک رہا ہے اور انسانیت سوز حرکات کے ارتکاب میں اسرائیل کی ناجائز مدد کر رہا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی تنظیم اسرائیلی مظالم کی معمولی سی مذمت کرے تو امریکہ اس تنظیم پر دو حرف بھیج کر اُس سے الگ ہو جاتا ہے۔ بھارت کشمیر میں ریاستی دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کشمیریوں کی نسل کشی کر رہا ہے جس سے امریکہ اور مغرب چشم پوشی کر رہے ہیں۔ افغانستان اور عراق میں کس طرح امریکہ نے بے گناہ اور معصوم شہریوں کا خون بہایا۔

قصہ مختصر ہم اگرچہ سنکیانگ کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی مذمت کرتے ہیں۔ اُس پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا حکومت پاکستان پر دباؤ بھی ڈالیں گے کہ سفارتی طور پر بھرپور کوشش کرے کہ چین اِن مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے۔ لیکن ہم ہرگز ہرگز اس حوالے سے امریکہ کی مداخلت کو قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی مغرب کی اکساہٹ پر بندوق اُٹھائیں گے۔ یہ امریکہ کے مذموم مقاصد میں اُس کی مدد کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہماری مغرب خاص طور پر امریکہ کے حوالے سے یہ سوچ پختہ ہو چکی ہے کہ اسلام کی تاریخ میں امریکہ سے بڑا مسلمانوں کا کوئی دشمن ثابت نہیں ہوا۔ البتہ اِس یاددہانی کی شدت سے ضرورت ہے کہ آج کا مسلمان چاہے اُس کا تعلق پاکستان سے ہے یا مشرقِ وسطیٰ سے یا افریقہ سے، وہ سوچے غور و فکر کرے کہ آج ہم دنیا بھر میں ذلیل و خوار کیوں ہیں، کیوں دنیا بھر میں مسلمان ظلم و ستم کا شکار ہیں؟ علامہ نے ایک صدی پہلے کہا تھا:

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اس ذلت و خواری سے بچنے کا ایک اور صرف ایک حل ہے کہ اٹھاون مسلمان ممالک حقیقی معنوں میں امت مسلمہ کو وجود میں لائیں، قرآن و سنت کی بالادستی کو قبول کر کے دنیا کو ایک بار پھر حقیقی اسلامی ریاست سے روشناس کروائیں اور دنیا کو عدل و قسط سے بھر دیں۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ سب ایک اللہ سے ڈریں تاکہ دنیا حقیقت میں امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔

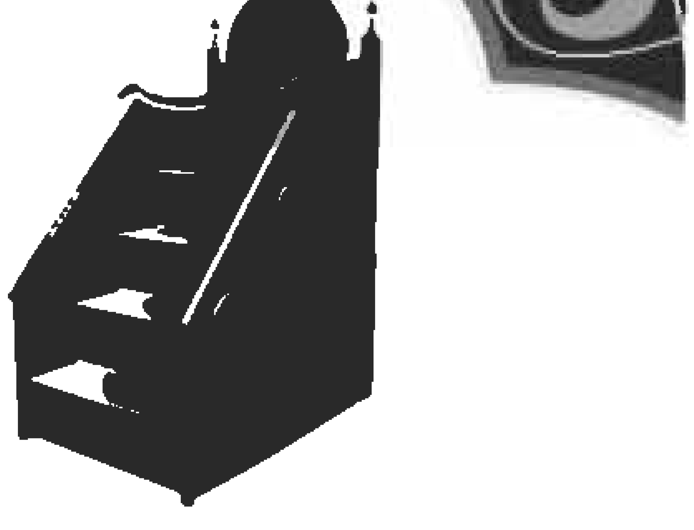

گھریلو جھگڑوں سے نجات

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم مالیات محترم اعجاز لطیف کے 11 جنوری 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

محترم قارئین! ازدواجی زندگی کے مختلف مراحل کے مطالعہ کے سلسلے میں آج ہم ان شاء اللہ اس بات کا جائزہ لیں گے کہ گھریلو جھگڑے کیوں پیدا ہوتے ہیں اور ان سے نجات کے لیے ہمارا دین ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے؟ یہ ایک ایسا ایشو ہے جس کے اوپر دنیا نے بڑی ٹکریں ماری ہیں۔ یونیورسٹیز میں اس کے اوپر باقاعدہ ریسرچ پیپرز لکھے گئے ہیں۔ بڑے بڑے نفسیات دان اور پی ایچ ڈی ڈاکٹروں نے اس موضوع پر ریسرچ کرتے ہوئے پوری پوری زندگیاں کھپادیں کہ میاں بیوی کے تعلقات کو آپس میں کیسے بہتر بنایا جائے۔ لیکن وہ بنیادی اصول جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے نوعِ انسانی کو بتلائے ہیں ان کو فالو کیا جائے تو پھر کسی اور اضافی ریسرچ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں اصل نسخہ ہمیں بتادیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٧٠ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧١﴾ ''اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بات کیا کرو سیدھی۔ اللہ تمہارے سارے اعمال درست کردے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت پر کاربند ہوگیا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''

مسلم کا معنی ہی یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے سامنے اپنے آپ کو سرنڈر کردے۔ جو ایسا کرے گا تو سلامتی کو پالے گا اور فیملی لائف میں اصل کامیابی ہے بھی یہی کہ گھر میں سکون ہو، اطمینان ہو، ہم آہنگی ہو، جھگڑے نہ ہوں۔ جب ہم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے تو یہاں اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور کامیابی دے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اور اس میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے مرد اور عورت کو علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں دی ہیں اور اسی لحاظ سے ان کی ساخت بھی بنائی ہے۔ عورت کی ساخت اندرون خانہ کردار کے لیے موزوں ہے اور مرد کی ساخت بیرون خانہ امور کے لیے ہے۔ اگر یہ دو رول سمجھ میں آجائیں اور ہر ایک اپنا اپنا رول صحیح طریقے سے پرفارم کرنا شروع کردے تو زندگی اتنی ہی آسان اور پرسکون ہوجائے گی۔ مرد کو گھر کا منیجر بنایا ہے لیکن اس کی یہ ڈیوٹی بھی لگائی ہے کہ وہ نہ صرف خاتون خانہ کی ساری ضرورتیں پوری کرے بلکہ اس کے گھر کے کام کاج میں بھی اس کی مدد کرے۔ لیکن بنیادی طور پر گھر گھر والی سے آباد ہوتا ہے۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاتون کو گھر کی ملکہ کا رول دیا ہے۔ اب یہ گھر کی ملکہ پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو گھر کو بنالے یا پھر بگاڑ دے۔ اللہ نے مرد اور عورت میں محبت اور مودت کے جذبات رکھے ہیں۔ میاں بیوی کو کھانے کے لیے چاہے روٹی نہ بھی ملے یہاں تک کہ چٹنی سے بھی روٹی کھانی پڑے لیکن آپس میں الفت اور محبت ہے تو بہت خوشیوں والی زندگی ہے اور اگر یہ چیز نہیں ہے تو چاہے کروڑوں میں کھیل رہے ہوں تب بھی تو دیگرم من دیگری والا معاملہ ہوگا۔ لہٰذا ازدواجی زندگی کو خوشگوار رکھنے کے لیے قرآن وسنت سے ہمیں درج ذیل رہنمائی ملتی ہے۔

1۔ سیدھی اور شائستہ بات کرنا: دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ براہ راست اور واضح طریقے سے بات کریں۔ اشاروں کنایوں یا کسی تیسرے کے ذریعے بات نہیں کرنا چاہیے۔ خواتین زیادہ تر یہی سمجھتی ہیں کہ اشاروں کنایوں یا تیسرے کو سنا کر بات کرنا زیادہ بہتر ہے لیکن یہ درست طریقہ نہیں ہے بلکہ اس کے منفی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ زبان کے تقویٰ میں یہ بھی شامل ہے کہ بات سیدھی کی جائے نہ کہ گھما پھرا کر کی جائے۔ لہٰذا شوہر اور بیوی دونوں کو چاہیے کہ جو بات انہوں نے کرنی ہے وہ براہ راست اچھے، خوبصورت اور پرتاثیر انداز میں کی جائے۔

2۔ مثبت انداز: جب بات کریں تو انداز مثبت رکھیں۔ اس لیے کہ مثبت انداز میں آپ بڑی تلخ سے تلخ بات بھی بڑے خوشگوار طریقے سے واضح کرسکتے ہیں لیکن اگر انسان بلیم گیم میں لگا ہو تو اس سے سوائے فساد کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حدیث کی رو سے ہم نے یہ بات سمجھی کہ خواتین میں ناشکری بہت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا مرد کو اسے زندگی اور موت کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے اور خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ بھی پرانی باتوں کو نہ دہرائیں بلکہ جو نیا مسئلہ کھڑا ہوا اسی حوالے سے مثبت انداز میں اپنا نقطۂ نظر دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ ہر چیز کو برائی بنا کر پیش کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

3۔ اسی طرح اگر شوہر کو بیوی سے شکایت ہے تو صرف اسی سے بات کرے۔ یہ نہیں کہ ماں کو شکایت لگاتا پھر رہا ہے یا اپنے دوستوں کو بتا رہا ہے۔ یہی معاملہ بیوی کا بھی ہے۔ کیونکہ پھر یہ بھی غیبت ہوجائے گی۔ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ ہے تو جس وقت جذبات گرم ہیں اس وقت اس مسئلے کو اٹھانے کا کوئی فائدہ نہیں لیکن جب ماحول بہتر ہوجائے تو پھر وہ مسئلہ زیرِ بحث لایا جائے۔

4۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کو ایشو نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ اگر کبھی سٹینڈ لینا بھی پڑجائے تو کسی اصولی بات پر لیا

جائے اور اس وقت بھی انسان اپنی بات کو مثبت طریقے سے رکھے۔ قرآن مجید ہمیں تو یہ بتا رہا ہے کہ:

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا﴾ (التغابن:14)

’’اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو۔‘‘

اس لیے کہ کسی چھوٹی بات میں نکتے تلاش نہیں کرنے چاہئیں بلکہ کوئی اہم بات ہو تو اس کو حل کرنا چاہیے۔

5۔ ایک دوسرے پر تنقید نہ کریں۔ اس لیے کہ تنقید کے ذریعے آج تک کسی مسئلے کا کوئی حل نہیں نکل سکا۔ جب بھی آپ کسی پر تنقید کریں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرا بھی دفاعی انداز اختیار کر لے گا اور مسئلہ حل ہونے کی بجائے مزید بگڑ جائے گا۔ لہٰذا اگر زبان کا تقویٰ پیش نظر ہے تو پھر حکمت کے ساتھ بات کرنی ہوگی تاکہ کسی کی اصلاح ہو۔

7۔ ہر انسان عزت چاہتا ہے۔ شوہر کے دل میں بیوی کے لیے عزت واحترام کا جذبہ ہو اور بیوی کے دل میں شوہر کے لیے عزت واحترام کا درجہ ہو۔ جب ایک دوسرے کی عزت کی جائے گی تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو خود ہی انسان نظر انداز کر دے گا۔ میاں بیوی دونوں کی ایک دوسرے کا دل جیتنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر آپ نے دوسرے کی کمزوری کا ذکر کرنا ہے تو اس کے لیے بھی پہلے آپ اس کی خوبیاں اور اچھائیاں بیان کریں۔ یہ آداب بھی ہمیں اللہ نے قرآن میں سکھائے ہیں۔ سورۃ ابراہیم میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ سے دعا کرتے ہیں تو پہلے یہ کہتے ہیں کہ:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ﴾ (ابراہیم:39) ’’کُل شکر اور کُل ثنا اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے عطا فرمائے‘ باوجود بڑھاپے کے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ (جیسے بیٹے)۔‘‘

یہ طریقہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھی تعلیم فرمایا۔ بخاری میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق فرمایا کہ عبداللہؓ کیا ہی اچھے انسان ہیں اگر وہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھا کریں۔ وہ چونکہ نوجوان تھے اور جوانوں پر نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے ان کی اس کمزوری کو ظاہر کرنے کی بجائے پہلے ان کی اچھائی کا تذکرہ کیا اور پھر انہیں اس کمزوری دور کرنے کی ترغیب دلائی۔ یہ کیا ہی اچھا انداز ہے۔ اگر اس انداز سے بات کی جائے تو بڑے بڑوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں جب مقصد ہی بلیم گیم ہوتا ہے تو پھر اگلے کی اچھائیاں بھی برائی کے انداز میں بیان کی جاتی ہیں۔ اس بلیم گیم سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے بات کرنی ہو تو پہلے بیوی کی اچھائیاں بیان کرے، اگر بیوی نے کرنی ہو تو پہلے شوہر کی اچھائیاں بیان کرے۔ اس انداز سے کہے کہ اللہ نے آپ کو بہت ساری اچھائیوں سے نوازا ہے لیکن یہ ایک پہلو ہے کہ جس میں بہتری کی ضرورت ہے۔ ایک ریسرچ میں چار سو مردوں سے انٹرویو کیے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی بیوی سے کیا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ باقی ہر تنگی برداشت کر سکتے ہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ بیوی ہماری عزت کرے۔ جب بیوی اپنے خاوند کی عزت نہیں کرتی تو یہ رشتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

8۔ ماں کو بچوں سے زیادہ پیار ہوتا ہے اس لیے جب کبھی باپ بچوں کو ڈانٹتا ہے تو اس وقت فوراً ماں کا پیار آڑے آجاتا ہے۔ وہ مداخلت کرتی ہے اُسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ باپ کو اپنے بچوں سے محبت نہیں ہے بلکہ جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں ڈانٹ ڈپٹ ہونے دینی چاہیے۔

8۔ خواتین کا ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شوہر جیسے ہی گھر میں داخل ہو تو وہ گھر کے سارے مسائل کا تذکرہ شروع کر دیتی ہیں۔ یہ بڑی خلاف حکمت بات ہے۔ بالخصوص بچوں کے سامنے بھی ایسے مسائل ذکر کرنا غلط ہے۔ شوہر سارے دن کا تھکا ہارا گھر آتا ہے۔ جب تک وہ ریلیکس نہ ہو اس وقت تک یہ معاملات زیر بحث نہیں لانے چاہئیں۔

ام سلیمؓ ایک صحابیہ تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے شوہر ابوطلحہؓ کہیں گئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا ابوعمیر کم سنی میں وفات پا گیا۔ شوہر کی غیر موجودگی میں نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ماں نے بچے کو غسل دیا۔ شوہر واپس آئے تو انہیں پہلے آرام کرنے کا موقع دیا۔ کھانا پانی دیا اور پھر

پریس ریلیز 18 جنوری 2019ء

وفاقی شرعی عدالت کا سود کے حوالے سے لیت ولعل سے کام لینا افسوسناک ہے

وفاقی شرعی عدالت کو سود کے معاملے میں اپنی آئینی و شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے

حافظ عاکف سعید

وفاقی شرعی عدالت کا سود کے حوالے سے لیت ولعل سے کام لینا افسوسناک ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ عدالت کا یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ جب تک سود کا متبادل نظام نہیں آجاتا سود کو ختم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ سود کے متبادل نظام کی متلاشی ہو۔ اُسے تو یہ فیصلہ دینا ہے کہ ملک میں جاری سود ہی رِبا ہے جسے قرآن نے حرامِ مطلق قرار دیا ہے۔ عدالت کا کام صرف یہ دیکھنا ہے کہ کون سا قانون خلاف شریعت ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کو یہ کیس 2002ء میں ریمانڈ ہوا تھا اور 2013ء سے باقاعدہ سماعت کا آغاز ہوا۔ مگر ابھی تک وہ اس کیس کا فیصلہ نہیں کر سکی۔ جبکہ 1991ء میں اسی وفاقی شرعی عدالت نے 3 ماہ میں اور 1999ء میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے 5 ماہ میں اس کا انتہائی مدلل اور مربوط فیصلہ صادر کیا تھا۔ 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے میں جسٹس تنزیل الرحمان نے واضح کیا تھا کہ موجودہ سود اور ربا ایک ہی شے ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کو سود کے معاملے میں اپنی آئینی و شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

جب وہ پرسکون ہوئے تو ان سے ایک سوال پوچھا کہ اگر کوئی آپ کو کوئی چیز بطور امانت دے اور پھر واپس لے لے تو اس پر غصہ یا افسوس کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو کوئی ناگواری اور غم والی بات نہیں ہے۔ وہ بولیں: ''اللہ نے ہمیں بیٹے کی صورت میں جو امانت عطا کی تھی وہ اس نے واپس لے لی ہے۔''

اگر اس طرح حکمت کے ساتھ بات کی جائے تو تلخ سے تلخ بات کو بھی قابل برداشت بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا میاں بیوی دونوں کو اس حکمت کو اپنے پلے باندھ لینا چاہیے۔

9۔ غلطی ہر ایک سے ہوسکتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ فراخ دلی نہیں ہے کہ ہم غلطی کا احساس ہوجانے کے بعد بھی معافی مانگ لیں۔ معذرت کرلینا شاید ہم اپنی مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں یا خواتین اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھتی ہیں۔ لیکن اگر اپنے آپ کو گھریلو جھگڑوں سے بچانا ہے تو اس پر عمل کرنا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر قصور نہ بھی ہو تو پھر بھی اگر کوئی معافی مانگتا ہے تاکہ یہ جھگڑا ختم ہو تو اس سے رحمان راضی ہوگا۔

10۔ رول میں تبدیلی: خاتون جب دلہن بن کر آتی ہے تو اس کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو اولاد سے نوازتے ہیں تو اب اس کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں لہٰذا اب رول صرف بیوی کا نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ماں کا رول بھی شروع ہوجاتا۔ لیکن ماں کے رول میں وہ اتنی محو ہوجاتی ہے کہ وہ بھول جاتی ہے کہ وہ بیوی بھی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اب اپنے شوہر کے لیے زیب وزینت کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ بیوی کا رول بھی برقرار رہنا چاہیے اور شوہر کے لیے اسے بننا سنورنا بھی چاہیے۔

11۔ ایک دوسرے کے لیے بہت اچھے دوست بننا بھی گھر کے اندر خوشگواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ بجائے اس کے اگر ایک دوسرے کے مقابلے میں پوزیشنز لی ہوئی ہیں تو پھر معاملات بگڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شوہر پیار بھی کرتا ہے، بیوی کی بات بھی مانتا ہے لیکن جواب میں بیوی محبت والا جواب نہیں دیتی۔ حالانکہ دل میں وہ خوش ہوتی ہے لیکن اس کا اظہار شوہر کے سامنے نہیں کرتی جس کی وجہ سے شوہر کو وہ خوشی نہیں ہوتی جس کا وہ حقدار ہوتا ہے۔ لہٰذا محبت کا جواب محبت میں دیا جانا چاہیے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ نبی اکرم ﷺ سے اپنی محبت کا برملا اظہار فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! آپ مجھے مکھن اور کھجور کو ملا کر کھانے سے بھی زیادہ مرغوب ہیں''۔ عائشہ ؓ مسکرائیں اور کہا کہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ! آپ مجھے مکھن اور شہد کو ملا کر کھانے سے زیادہ مرغوب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا کہ اے عائشہ! تیرا جواب بہت بہتر ہے۔

اسی طرح عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب عشاء کے بعد گھر تشریف لاتے تو مسکراتے چہرے کے ساتھ آتے اور سلام کرتے تھے۔ اس وقت میں یہ شعر پڑھا کرتی تھیں:

لنا شمس وللافاق شمس
والشمس خیر من شمس السماء
فان الشمس تطلع بعد الفجر
والشمسی طالع بعد العشاء

ترجمہ: ''ایک ہمارا سورج ہے اور ایک کائنات کا سورج ہے اور میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ آسمان کا سورج تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔''

اندازہ لگائیں کہ بیوی اگر ان الفاظ سے خاوند کا استقبال کرے تو خاوند کے دل میں بیوی کے لیے کس قدر محبت کے جذبات پیدا ہوں گے۔ یہ اُسوہ حسنہ ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر کوئی شعر گو ہو لیکن اپنے جذبات کا مثبت اظہار تو کرسکتا ہے۔

ازدواجی زندگی کو پرسکون اور خوشحال بنانے کے لیے ایک عرب عالمہ کی اپنی بیٹی کو دس نصیحتیں بھی اس موضوع سے خاص مناسبت رکھتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

1۔ میری پیاری بیٹی، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، شوہر کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا۔ جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار کرنے پر اس نے ناراضگی سے دیا ہو۔

2۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت دینا اور ہر حال میں ان کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا اس طرح تم ان کے دل میں جگہ بنالوگی کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔

3۔ اپنی زینت وجمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو اور سادگی کے ساتھ جتنی بھی استطاعت ہو خوشبو کا اہتمام ضرور کرنا اور یاد رکھنا کہ تیرے جسم ولباس کی کوئی بو یا کوئی بری ہیئت اسے نفرت وکراہت نہ دلائے

4۔ اپنے شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لیے اپنی آنکھوں کو سرمے اور کاجل سے حسن دینا کیونکہ پُرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور لطافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

5۔ ان کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا کیونکہ دیر تک برداشت کی جانی والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہوجاتی ہے اور ان کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے۔

6۔ ان کے گھر اور ان کے مال کی نگرانی کرنا۔ ان کی اجازت کے بغیر کوئی گھر میں نہ آئے اور ان کا مال لغویات، نمائش میں برباد نہ کرنا کیونکہ مال کی بہتر نگہداشت حسن انتظام سے ہوتی ہے اور اہل عیال کی بہتر حفاظت حسن تدبر سے۔

7۔ اس کی رازدار رہنا، اس کی نافرمانی نہ کرنا کیونکہ اس کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی اور تم اگر اس کا راز دوسروں سے چھپا کر نہ رکھ سکیں تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم بھی اس کے دورخے پن سے محفوظ نہیں رہ سکوگی۔

8۔ جب وہ کسی بات پر غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار اس کے سامنے نہ کرنا یعنی اس کے غم میں برابر کی شریک رہنا۔ شوہر کی کسی خوشی کے وقت غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا اور نہ ہی شوہر سے ان کے کسی رویے کی شکایت کرنا۔ اس کی خوشی میں خوش رہنا۔ ورنہ تم اس کے قلب کے مکدر کرنے والی شمار ہوگی۔

9۔ اگر تم اس کی نگاہوں میں قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت اور احترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضی کے مطابق چلنا تو اس کو بھی ہمیشہ، ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے میں اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

10۔ میری اس نصیحت کو پلو سے باندھ لو اور اس پر گرہ لگالو کہ جب تک تم اپنے شوہر کی خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی اور اس کی بات اوپر رکھنے کے لیے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند، زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کروگی اس وقت تک تمہاری زندگی میں بھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔

اے میری پیاری اور لاڈلی بیٹی ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لیے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی 1 4۔ حکمت خیرِ کثیر است

1 'گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر — ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر'

قرآن مجید میں شعورِ انسانی کے اعلیٰ ترین درجے کو حکمت کہا گیا اور اس حکمت کو 'العلم' بھی کہا گیا اور اس حکمت کو 'پالینا' یا 'صاحبِ حکمت' ہوجانا 'اولوا الالباب' کا مقام ہے اور اسے 'خیر کثیر' بھی فرمایا گیا ہے۔ گردوپیش میں اس حکمت کا کوئی حصہ کہیں سے مل جائے تو اسے اپنالو یہ بات سب سے بڑے حکیم انسان حضرت محمد ﷺ نے فرمائی ★

2 علم حرف و صوت را شہپر دہد — پاکیٔ گوہر بہ ناگوہر دہد

یہ (لاہوتی) علم میسر آجائے تو الفاظ و بیان کو بڑے پر لگ جاتے ہیں اور اس نوری علم سے معمولی اشیاء (ناگوہر) بھی انسانی محنت و کاوش سے (بیش قیمت) موتی (گوہر) بن جاتی ہیں

3 علم را بر اوجِ افلاک است رہ — تا ز چشمِ مہر برکند نگہ

اس نوری علم کی اُڑان اور منزل آسمانوں (فضاؤں) کی بلندیاں اور وسعتیں ہیں یہاں تک کہ یہ علم سورج کی نگاہ کی تپش (اور تیزی) بھی چھین لیتا ہے (اور اس کو انسان دوست بنا دیتا ہے)

1۔ اے مسلمان! محکماتِ قرآنی کے اس بیانیہ میں چوتھی اہم چیز 'حکمت' ہے۔ حکمت کا تعلق انسان کے ضمیر، شعور اور معلومات (علم) سے ہے۔ انسانی ضمیر حقیقتاً کس مقام اور مرحلہ پر ہے یہ انسان 'خود' جانتا ہے یا دراصل خالق کائنات جانتا ہے۔ بعض انسان خود کو بھی دھوکا دیتا ہے تو ایسا انسان اپنے ضمیر کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں کرسکتا (انسانی وصف تقریر و بیان بھی حکمت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے) انسان کا شعور، ضمیر اور علم جن مراحل میں ہیں اس کا حاصل حکمت ہے اسی لیے کلام اقبال ہی میں حکمت کلیمی (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکمت و دانائی) جو آسمانی (DIVINE) ہے اور حکمت فرعونی یا ابلیسی حکمت جو خدا بے زاری اور وحی بے زاری کے ساتھ انسان دشمن اور ابلیس کے تابع ہو۔ یہاں حکمت، محکماتِ قرآنی کے لحاظ سے وہ حکمت ہے جو پیغمبرانہ تعلیمات کی روشنی میں معلومات کے حصول سے کائنات کی معقول اور دل کو مطمئن کرنے والی تشریح کرسکے۔ اللہ تعالیٰ اس حکمت کو 'خیر کثیر' فرماتا ہے اور یہ حضرات 'اولوا الالباب' کے حصے میں آتی ہے۔ ایک فرمان میں آپ ﷺ نے ایسی حکیمانہ بات کے بارے میں بیان کیا کہ وہ مومن کی ہی گمشدہ میراث (MISSING LINK) ہے جہاں سے ملے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ گویا بظاہر وہ غیر مسلم حضرات (جن تک حضرت محمد ﷺ کے دین کا ابلاغ نہیں ہوسکا اور وہ اپنے کردار و عمل میں باضمیر، فطرت میں پاکیزہ اور خدا و آخرت پر کامل یقین رکھنے والے ہیں وہ) بھی اس خیر کثیر میں حصہ پاسکتے ہیں۔ جیسے اسلام کے آغاز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہم (واللہ اعلم)۔

2۔ حکمت کے اس درجے کے ساتھ جو علم میسر آئے گا اور وہ انسان اپنے راہوار فکر کی بلند پروازوں کا جو مشاہدہ کرے گا وہ بیان سے باہر ہے (کہ اس اعلیٰ مقام اور مرتبے سے کئی سیڑھیاں نیچے کھڑا انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ایسا علم حرف وصوت (تحریر و تقریر) کو پر لگا دیتا ہے اور ایسا انسان شعورِ الٰہ، شعورِ ذات اور شعورِ علم کے اعلیٰ درجات پر جا پہنچتا ہے یہ مرتبہ اگرچہ کیفیات کا نام ہے علامہ اقبال خود فرماتے ہیں: ؎ گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود۔ گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں۔ یہی پاکیزہ علم جو 'ناگوہر' کو بھی گوہر کی پاکیزگی (عیوب سے پاک حُسن اور آب و تاب) عطا کر دیتا ہے۔ معمولی صلاحیت کا انسان اس مقام پر بڑی دانائی اور حکمت کی باتیں کرنے لگتا ہے یا معمولی اشیاء ایسے علم کے ذریعے انسان کے لیے بڑی کارآمد بن جاتی ہے۔ (جیسے ڈیڑھ صدی تک دنیا میں بھاپ جیسی معمولی چیز ہر قسم کی ترقی کا سبب بنتی رہی)۔ (واللہ علم)

3۔ اس حکمت یا خیر کثیر کے جلو میں جو علم پروان چڑھے گا اس کا میدانِ عمل زمین کے مادی اسباب و علل سے کہیں بلند زمین سے آسمان تک وسیع ہوگا اس علم کے محیط میں کہکشاؤں کی دنیا بھی ہے اور ماورائی حقائق بھی ہیں جہاں 'جن' پہنچتے ہیں وہ تو اس علم کے اوّلین نشانِ راہ ہیں۔ فرشتوں اور فرشتوں کے سردار جبرائیل علیہ السلام کی جولانیاں اور احاطہ کار بھی بلند پرواز انسانوں کے لیے قافلے کی گردِ راہ سمجھے جاتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال ؎

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم — دست رومی پردۂ محمل گرفت

(بوعلی عالم معقولات ہے اور رومی روحِ انسانی کی جولانیوں کی وسعت پر بھی نظر رکھتا ہے)۔ حکمت علم کو تیر لگا دیتی ہے اور اس کی پرواز سوئے افلاک ہوتی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎ محبت مجھے ان جوانوں سے ہے — ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

اور یوں ایسے مایۂ ناز حکیم انسانوں کی فکر وہاں پہنچ جاتی ہے جو سورج کی روشنی (نگاہ) بھی نہیں پہنچ پاتی یعنی بہت بلند ہوجاتی ہے۔

★ ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (البقرہ:269)

★ ((اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا)) (ترمذی)

''حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے''۔

GSP پلس صرف حریف ممالک کو بلیک میل کرنے کا ذریعہ ہے جبکہ یورپ اور امریکہ خود کسی بھی ایسے عالمی کنونشن کو نہیں مانتے جو ملک اُن کے اپنے مفاد کے خلاف ہو: ایوب بیگ مرزا

یورپ نے جدید اقتصادیات کو ایک گھناؤنے طریقے سے ڈیزائن کر کے دنیا پر مسلط کر دیا ہے اور اس کے ساتھ پیکجز کے طور پر ایسی چیزوں کو تجارت سے منسلک کر دیا ہے جن کو پورا کرنا ترقی پذیر خصوصاً اسلامی ممالک کے لیے ممکن نہیں ہے: رضاء الحق

GSP پلس کی حقیقت اور پاکستان کے لیے شرائط کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: اطلاعات کے مطابق یورپی یونین نے پاکستان کے لیے جی ایس پی پلس مراعات برقرار رکھنے کے لیے دس شرائط عائد کر دی ہیں۔ یہ شرائط کیا ہیں؟

رضاء الحق: یورپی یونین نے 2013ء میں ایک فیصلہ کیا تھا جس کے تحت اس نے کچھ ترقی پذیر ممالک پر چند شرائط عائد کی تھیں جو کہ خاص طور ان ترقی پذیر ممالک کی برآمدات سے متعلق تھیں کہ وہ یورپ کے ساتھ اپنی برآمدات کو کس حد تک بڑھا سکتے ہیں۔ ان شرائط میں کچھ انٹرنیشنل کنونشنز پر عمل درآمد کو یقینی بنانا شامل تھا کہ وہ ترقی پذیر ممالک ان بین الاقوامی ضابطوں پر جس قدر عمل کریں گے اسی تناسب سے ان کو یورپی یونین کے ساتھ اپنی برآمدات بڑھانے کی اجازت دی جائے گی اور اسی قدر ان کی تجارت میں منافع بڑھایا جائے گا۔ اس کو یورپی یونین GSP پلس کا نام دیتی ہے ۔ GSP پلس سٹیٹس 10 ممالک کو دیا گیا جن میں پاکستان، لاطینی امریکہ اور افریقہ کے کچھ ممالک شامل ہیں۔ جس وقت انہوں نے پاکستان کو یہ سٹیٹس دیا تو اس کے بعد پاکستان نے ایکسپورٹ والا ایڈوانٹج استعمال کرنا شروع کر دیا۔ لیکن یورپی یونین ساتھ ساتھ نظر ثانی بھی کرتی رہتی ہے کہ ہماری بنیادی شرائط پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اب یورپی یونین کی طرف سے پاکستان کے سیکرٹری صنعت و تجارت اور اٹارنی جنرل کو خط لکھا گیا ہے کہ پاکستان ہماری کچھ شرائط کو پورا کر رہا ہے اور کچھ کو پورا نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو اگر GSP پلس سٹیٹس برقرار رکھنا ہے تو اس کو بقیہ شرائط پر بھی عمل درآمد کو یقینی بنانا ہوگا۔ حقیقت میں ان انٹرنیشنل کنونشنز کی کل تعداد 27 ہے جن میں کچھ ذیلی شقیں بھی ہیں۔ یورپی یونین نے ان کنونشنز کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو معاشرت سے متعلق ہے اور دوسرا وہ ہے جو گڈ گورننس اور انسان دوست ماحول سے متعلق ہے۔ اس میں کرپشن کا خاتمہ بھی شامل ہے۔ اس دوسرے حصے پر تقریباً تمام ممالک اتفاق کرتے ہیں لیکن پہلے حصے یعنی سوشل کنونشنز کے بارے میں یورپی یونین والے کہتے ہیں کہ آپ اس کے اوپر مکمل عمل نہیں کر رہے۔ اس حوالے

مرتب: محمد رفیق چودھری

سے ان کے مطالبات ہیں کہ خواتین کے حقوق، اقلیتوں کے حقوق، این جی اوز بالخصوص ہیومن رائٹس والی این جی اوز کی آزادی، پریس کی آزادی وغیرہ کے حوالے سے ان کی خواہشات کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔ بین الاقوامی کنونشنز کافی پرانے بنے ہوئے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ update ہوتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر عورتوں کے حقوق والا کنونشن 1979ء میں بنا۔ اس وقت اس میں چند شقیں شامل تھیں۔ لیکن 2001ء میں اس میں یہ بھی شامل کر دیا کہ زنا بالرضا کو جائز اور جسم فروشی کو ایک باعزت پیشہ قرار دیا جائے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ آپ سزائے موت کو ختم کریں۔ پھر اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتے ہوئے وہ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو ختم کرنے کی بات کرتے ہیں اور اسی کے ذیل میں قادیانیوں کے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان پیرامیٹرز کو سامنے رکھتے ہوئے اب یورپی یونین نے ہمیں جون 2019ء تک کی مہلت دی ہے۔ اگر ہم ان کے مطابق عمل کریں گے تو پھر وہ ہمارا GSP پلس سٹیٹس برقرار رکھیں گے ورنہ وہ اس پر نظر ثانی کر سکتے ہیں

سوال: کسی ملک کے لیے عالمی کنونشنز پر عمل درآمد کرنا کتنا ضروری ہوتا ہے اور کیا ترقی یافتہ ممالک ان کنونشنز کی پاسداری کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: عالمی کنونشنز کی شقیں دو طرح کی ہیں۔ ایک عمومی نوعیت کی ہیں جو اکثر ممالک کے لیے قابل قبول ہیں۔ پاکستان جیسے نظریاتی ملک کے لیے بھی قابل قبول ہیں۔ مثلاً گڈ گورننس ہونی چاہیے، کرپشن کا خاتمہ ہونا چاہیے، محدود اور چند شرائط کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی بھی ہونی چاہیے۔ لیکن بعض کنونشنز خصوصاً معاشرتی قوانین ایسے ہیں جن کو تسلیم کرنا کسی اسلامی نظریاتی ملک کے لیے ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں پردہ ہے، عورت کا دائرہ کار زیادہ تر گھر تک محدود ہے۔ جب وہ ان چیزوں کو ختم کرنے کی بات کرتے ہیں تو وہ ہمارے دین کے راستے میں ایک رکاوٹ سی بن جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام میں جان کے بدلے جان ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے لیکن اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم سزائے موت کو ختم کریں تو ہم ان کی یہ بات نہیں مان سکتے۔ چونکہ وہ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں اس لیے وہ ایسے قوانین ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جو قانون ان کو اپنے ملکی مفاد میں ہوتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں لیکن جو ملکی مفاد سے ٹکرا رہا ہو اس کو وہ تسلیم نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر نائن الیون کے بعد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے عراق پر حملے کی اجازت نہیں دی تھی مگر اس کے باوجود بھی بعض عالمی طاقتوں نے امریکہ کی سربراہی میں عراق پر حملہ کر کے لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیا۔ یعنی اس جنگ میں یورپ اور اسرائیل کا مفاد تھا لہٰذا کسی کنونشن کی پروا نہیں کی گئی اور عراق پر جنگ مسلط کی۔ اس جنگ کے لیے

انہوں نے WMD کا جھوٹا عذر تراشا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اعتراف کیا کہ وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی ہم نے جھوٹ بولا تھا۔ اصل میں دنیا کی بڑی قوتیں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل اور یونیسکو وغیرہ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیم یونیسکو نے اسرائیل کے خلاف ردعمل دیا تو اسرائیل اور امریکہ دونوں اس سے علیحدہ ہو گئے۔ میں اس کی سیاسی مثال دے دیتا ہوں۔ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے اقوام متحدہ میں 1948ء میں ایک قرارداد پاس ہوئی تھی اور سلامتی کونسل نے وہاں ریفرنڈم کروانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن آج تک اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ اصل میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہے اور یہ وہاں ہی اثر انداز ہوتے ہیں جہاں کوئی کمزوری ہو اور چونکہ پاکستان ایک کمزور ملک ہے اس لیے بڑی طاقتیں اس پر اثر انداز ہونے کی پوری پوری کوشش کر رہی ہیں۔

سوال: GSP پلس سے پاکستان نے اب تک کیا فوائد حاصل کیے ہیں اور GSP میں کوئی خفیہ ایجنڈا ہے؟

رضاء الحق: پاکستان GSP پلس سے پہلے 8-2007ء میں 346 بلین روپے کی اشیاء ایکسپورٹ کرتا تھا۔ پھر ہماری یہ ایکسپورٹ 13-2012 میں 550 تک پہنچ گئی تھی۔ یہ اعداد و شمار GSP پلس ملنے سے پہلے کے ہیں۔ 2013ء کے آخر میں ہمیں GSP پلس ملا اور جنوری 2014ء کو یہ لاگو ہو گیا۔ یعنی ہم 2014ء سے یورپ کے ساتھ GSP پلس کے تحت ڈیل کر رہے ہیں۔ 14-2013ء میں ہماری ایکسپورٹ 704 بلین روپے کی تھی۔ لیکن 15-2014ء میں وہ کم ہو کر 698 بلین روپے پر آ گئی۔ پھر اس سے اگلے سال یہ 705 بلین پر چلی گئی۔ ہمیں یہ کہا گیا تھا کہ جب ہمارا GSP پلس سٹیٹس بنے گا تو ہماری ایکسپورٹ تقریباً بیس تیس فیصد بڑھے گی لیکن اس پورے پیریڈ کے دوران ہماری ایکسپورٹ صرف سات فیصد بڑھی ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ٹیرف (برآمدات پر ٹیکس) کا کم ہونا تجارتی مقابلے، ہماری پروڈکٹس کی رسائی یا ہماری قومی دولت کو بڑھانے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ بہت سارے طریقے ہیں جن سے بین الاقوامی تجارت محدود کی جاتی ہے۔ مثلاً مختلف ممالک کے اندر پاکستان کا کوٹہ ہے مگر پاکستان اس کوٹے کو بڑھا نہیں سکا۔ اس کے علاوہ سٹینڈرڈز ہوتے ہیں۔ کچھ ممالک میں ان کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے کہ آپ مخصوص معیارات کے تحت اپنی پروڈکٹس لے کر جائیں گے تو آپ کا مال بکے گا ورنہ نہیں بکے گا۔ بہرحال ہمارے ایکسپورٹرز کو بہت مسائل تھے جس کی وجہ سے پاکستان اس ایڈوانٹج کو حاصل نہیں کر پایا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کوئی نئی چیز ایکسپورٹ نہیں کی ہم وہی پرانی اشیاء ہی ایکسپورٹ کرتے رہے۔ پھر ہم دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ بھی تجارت کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا بہت کم کیا ہے۔ یہ چند وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہمارا نقصان ہوا ہے۔ تاریخی طور پر دیکھا جائے تو اکنامک فیلڈ کو پچھلے ڈیڑھ سو سال سے بڑے گھناؤنے یا نقصان دہ انداز میں develop کیا گیا ہے۔ ان کے اس خفیہ ایجنڈے کو ہم معاشی بلیک میلنگ بھی کہہ سکتے ہیں۔ خاص طور غریب ممالک یا عام غریب انسان کے لیے یہ اقتصادی نظام بڑا

> نائن الیون کے بعد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے عراق پر حملے کی اجازت نہیں دی تھی مگر اس کے باوجود بھی عالمی طاقتوں نے عراق پر حملہ کر کے لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیا۔

مضر ثابت ہوا ہے۔ جب 1930ء کی دہائی کے آغاز میں گریٹ ڈپریشن تھا تو کہا گیا کہ حکومت کو اس معاملے میں مداخلت کرنی چاہیے۔ پھر جب 1970ء کی دہائی کے آغاز میں آئل کا بحران پیدا ہوا اور یورپ میں لائنیں لگ گئی تھیں کیونکہ تیل والے ممالک نے تیل دینا بند کر دیا تھا تو اس وقت انہوں نے اس کا معاشی فائدہ اٹھانے کے لیے اکانومی کی مانیٹرلیس تھیوری پیش کی۔ ملٹن فرائڈمن ایک ماہر معاشیات تھا جس نے مانیٹریسٹ اکانومی کے بارے میں بات کرنی شروع کی کہ پیسے کی بنیاد پر سپلائی آف منی کے تحت ساری چیزیں طے ہونی چاہئیں۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اکنامکس کے اندر دوسری فیلڈز کو شامل کرنا شروع کر دیا جاتا ہے اور اس کا نام اکنامک گروتھ سے تبدیل کر کے اکنامک ڈویلپمنٹ رکھ دیا جاتا ہے۔ ایک Index بنا دیا جاتا ہے کہ اکانومی کے یہ indicators ہوں گے جن سے معلوم ہو گا کہ اکانومی اچھی ہے یا بری ہے۔ اس میں انہوں نے مختلف پیرامیٹرز مقرر کیے۔ مثلاً اگر آپ عورتوں کو آزادی دیں گے، اقلیتوں کو مساوی حقوق دیں گے وغیرہ تو آپ human develop Index کے بہت اوپر پہنچ جائیں گے لیکن اگر مرد اور عورت کو بالکل برابر کا درجہ نہیں دیتے، ہم جنس پرستی کی اجازت نہیں دیتے، اقلیتوں کو مساوی حقوق نہیں دیتے تو پھر آپ human develop Index میں بہت نیچے ہوں گے اور آپ کے مقابلے میں ناروے سب سے اوپر ہو گا کیونکہ وہاں ہر قسم کی آزادی ہو گی۔ یورپ نے جدید اقتصادیات کو ایک گھناؤنے طریقے سے ڈیزائن کر کے دنیا پر مسلط کر دیا ہے اور اس کے ساتھ پیکجز کے طور پر ایسی چیزوں کو منسلک کر دیا ہے جن کو پورا کرنا ترقی پذیر ممالک کے لیے ممکن نہیں ہے۔ ابھی انہوں نے جو دس شرائط ہمارے سامنے رکھی ہیں ان میں دو یا تین شرائط کے علاوہ باقی ساری شرائط وہ ہیں جو ہمارے معاشرے کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔

سوال: مغربی دنیا اسلامی طرز زندگی کے خلاف کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں اس وقت مغرب اسلاموفوبیا کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کو اسلام سے خوف ہے۔ اس وقت مغرب کا سرغنہ امریکہ ہے۔ ان کا مسئلہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نظام معیشت یعنی سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعے دنیا کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ گویا پہلے فوجیں بھیج کر وہ ملک فتح کرتے تھے مگر اب موجودہ معاشی نظام کے ذریعے دنیا کے کمزور ملکوں کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان ممالک کی معیشت کا سارا انحصار ان بڑی قوتوں کے راضی اور ناراض ہونے پر ہے۔ لہٰذا جو ناچ وہ نچائیں گے وہ ناچا جائے گا۔ مغرب اسلاموفوبیا میں مبتلا اس لیے ہے کہ جس طرح capitalism ایک نظام ہے اسی طرح اسلام بھی ایک مکمل نظام ہے۔ ان پر خوف طاری ہے کہ اگر ہمارے نظام کے مقابلے میں اسلام کے نظام کو لوگوں نے دنیا میں عملی شکل میں دیکھ لیا تو ہمارا نظام ختم ہو جائے گا۔ اسلامی نظام اس وقت دنیا میں کسی جگہ بھی نافذ نہیں لیکن اگر اس کی ایک جھلک بھی دنیا آج دیکھ لے تو ہر شخص پکار اٹھے گا کہ سرمایہ دارانہ نظام بڑا استحصالی نظام ہے اور اسلامی نظام بڑا عادلانہ نظام ہے۔ انہوں نے اس استحصالی نظام کے ذریعے سے تمام غریب ملکوں کو جکڑا ہوا ہے۔ لہٰذا انہیں خطرہ ہے کہ کہیں اسلامی نظام کسی ملک میں نافذ نہ ہو جائے ورنہ دنیا میں ہمارا غلبہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ کسی ملک کی ترقی کے لیے امن و امان بڑی بنیادی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان ملک کو اجازت دے دی گئی کہ وہ اسلامی طرز حیات اور اسلامی قانون نافذ کر دے جس میں سزائے موت، رجم، کوڑے مارنا وغیرہ سب شامل ہوں تو اس کے نتیجے میں اس ملک

میں بڑا امن وامان قائم ہو جائے گا۔ یعنی ان سزاؤں کے ثمرات دنیا دیکھ لے گی۔ کیونکہ اسلام میں تو حکم ہے کہ یہ سزائیں سرعام دو تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ سعودی عرب میں جرائم کا تناسب بہت کم ہے کیونکہ وہاں پر شرعی سزائیں نافذ ہیں اور لوگ وہاں جرم کا ارتکاب کرنے سے ڈرتے ہیں۔ اسی طرح یورپ ہماری معاشرت میں بھی دخل اندازی کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس قوم میں بے حیائی، فحاشی وغیرہ جیسی برائیاں آ جائیں گی تو وہ قوم سر نہیں اٹھا سکے گی۔ مغرب میں تو خاندان کا سسٹم ختم ہو گیا ہے لیکن ہمارے ہاں گھر یا خاندان معاشرتی نظام کا بنیادی یونٹ ہے جس کے تحت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ لہٰذا مغرب ہماری ان اقدار کو برباد کرنے کے لیے سخت سزاؤں کی مخالفت کرتا ہے

سوال: تجارتی سرگرمیوں کے تسلسل کے لیے سزائے موت کے قانون کے خاتمے کی شرط کیا معنی رکھتی ہے؟

رضاء الحق: ساری دنیا کو معلوم ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام ایک استحصالی نظام ہے لیکن باور یہ کرایا جاتا ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی متبادل نہیں ہے حالانکہ اسلامی نظام متبادل ہے لیکن وہ اس کو رائج نہیں ہونے دیتے۔ 1997ء میں ہنٹنگٹن نے تہذیبوں کا تصادم کے نام پر مقالہ لکھا تھا جس میں اس نے واضح کیا تھا کہ اس وقت مغرب کے مقابلے میں چینی کنفیوشس اور اسلامی تہذیب ہیں جن کا مغربی تہذیب کو مقابلہ کرنا ہوگا۔ اسلامی ممالک میں سیاسی سطح پر وہ اپنی مرضی کی جمہوریت لے آئے ہیں۔ اسی طرح ہماری معیشت بھی مغربی طرز پر استوار ہو چکی ہے۔ اب وہ کافی عرصہ سے ہمیں معاشرت کے حوالے سے بے حس کر رہے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ پی ٹی وی پر جو ڈرامے آج سے تیس سال پہلے آتے تھے ان میں اور جو آج آ رہے ہیں ان میں کتنا فرق واقع ہو چکا ہے۔ پہلے کچھ نہ کچھ شرم وحیا کا پہلو ہوتا ہے لیکن اب وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس طرح سے بے حس کر دیا ہوا ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں لیکن اس کو محسوس نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فی زمانہ بات چل رہی ہے۔ کیونکہ مغرب بتدریج ہماری معاشرت میں تبدیلی لا رہا ہے لیکن اس میں وہ سو فیصد کامیاب نہیں ہو سکے۔ پاکستان میں سزائے موت کی مخالفت وہ اس لیے کرتے ہیں کہ اگر یہاں پر اسلامی سزاؤں کا نفاذ ہو گیا تو پھر اس کے اثرات مختلف جگہوں پر پھیلیں گے جس طرح افغانستان میں شرعی سزائیں نافذ تھیں تو وہاں ان کے اثرات موجود تھے اور اقوام متحدہ نے بھی اپنی رپورٹ میں اس کا اعتراف کیا تھا کہ طالبان کے دور میں جرائم کا تناسب بہت کم تھا اور پوست کی کاشت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اگر دیکھا جائے تو امریکہ کی 7 ریاستوں میں سزائے موت کا قانون موجود ہے۔ اسی طرح اسرائیل میں بھی ہے۔ تو انہیں پتا ہے کہ اگر اسلامی سزائیں نافذ ہو جائیں تو لوگوں کو عبرت ہوگی اور پھر لوگ جرائم نہیں کریں گے اور ہم جو اپنا نظام مسلط کرنا چاہ رہے ہیں وہ نہیں کر سکیں گے۔ اسی لیے وہ اسلامی قوانین کا خاتمہ ایسی چیز کے ساتھ جوڑتے ہیں جو ہر ایک کی ضرورت ہے اور وہ چیز ہے معیشت۔ یہی ان کا خفیہ ایجنڈہ ہے۔

سوال: کیا یورپی یونین کی شرائط (بالخصوص این جی اوز کی تشکیل) پر عمل درآمد سے پاکستان کی سالمیت خطرے میں نہیں پڑے گی؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل! میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں ہر مسئلے کے ساتھ کسی ملک کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بنیادی طور پر این جی اوز کی تشکیل کا مقصد انسانی خدمت ہونا چاہیے۔ لیکن اس کی آڑ میں اگر وہ اپنے کسی خفیہ ایجنڈے کی تکمیل چاہتی ہیں تو پھر اس سے ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچے گا۔ پاکستان میں تقریباً پچیس ہزار این جی اوز ہیں لیکن ان میں سے اکثریت کی سوچ اور عمل ہمارے طرز زندگی اور مذہب کے خلاف ہے۔ ایسی این جی اوز بھی ہیں جو ہم جنس پرستی کو پروموٹ کر رہی ہیں تو ہمارے لیے تو شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ پچھلی حکومت نے بھی ان کے خلاف کچھ اقدام کیا تھا لیکن اس حکومت نے اٹھارہ این جی اوز کو نکال دیا ہے اور بیس ایسی ہیں جن کو یہاں سے نکلنے کے احکامات جاری کیے ہیں۔ لیکن یورپی یونین نے اپنی شرائط میں این جی اوز کی آزادی کو بھی شامل کیا ہے اور اس وقت یہ این جی اوز کو زیادہ ٹارگٹ کریں گے۔ کیونکہ جب اٹھارہ این جی اوز کو نکالا گیا تو یورپ اور امریکہ کی طرف سے بڑا شدید ردعمل آیا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ کرپشن، بے حیائی، مذہب سے دوری وغیرہ جیسی چیزوں سے قومیں برباد ہوتی ہیں اور وہ این جی اوز یہی کر رہی ہیں۔

سوال: دنیا سے تجارت کے حوالے سے دین ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے اور کیا عالمی قوانین کی پاسداری پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کے راستے میں رکاوٹ نہ ہوگی؟

رضاء الحق: عالمی قوانین کچھ تو عمومی نوعیت کے ہیں جن پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر عالمی قوانین اسلامی قوانین کے خلاف ہوں گے تو ان کو تو ہم نہیں مان سکتے اور نہ ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ اس وقت دنیا کی معیشت سود پر چل رہی ہے لیکن اسلام میں سود حرام ہے اور اسلام اس کو ہر صورت میں ختم کرنا چاہتا ہے۔ اگر پاکستان میں سود ختم نہیں ہوگا تو اس کے بغیر ریاست مدینہ کسی صورت نہیں بن سکتی۔ اسی طرح آج کی تجارت میں Stock market جوئے کی بنیاد پر چلتی ہے جو اسلام کی رو سے ناجائز ہے اس کو بھی ختم ہونا چاہیے۔ اسی طرح معاشرتی سطح پر بھی ہمیں ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں کہ عالمی کنونشنز میں کون سی تبدیلیاں ہیں جو ہماری معاشرتی اقدار پر حملہ کر رہی ہیں۔ اس حوالے سے ہمارے وہاں جو فارن مشن بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ ہمارے حکمرانوں کو دیکھنا چاہیے کہ عالمی قوانین میں کونسی ایسی چیزیں جو بنیادی اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں، ان پر سائن نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: ہمارے حکمران ان پر سائن تو نہیں کرتے لیکن عملی طور پر وہی کچھ کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی بات درست ہے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کے پورے دور میں سزائے موت کا قانون آن پیپر تو موجود تھا لیکن اس پر عمل درآمد ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد ن لیگ کے دور میں ایک ایسی شخصیت کو سزائے موت دی گئی جس نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے شخص کو قتل کیا تھا۔ یعنی ایسے بندے کو سزائے موت دی گئی جس کو مغرب سزائے موت دلوانا چاہتا تھا۔ پھر دہشت گردی کے معاملے میں سزائے موت دی گئی کیونکہ مغرب یہ چاہتا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس سے افغانستان متاثر ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ کنونشنز ریاست مدینہ کے راستے میں حائل ہیں۔ اجتماعی زندگی کے تین ہی گوشے ہیں۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی۔ اور ان میں بھی اہم تر معاشی اور معاشرتی ہیں۔ اگر آپ نے اسلام کا معاشی اور معاشرتی نظام قائم کر لیا تو پھر آپ اسلام کی بالادستی کو قائم کرنے کے لیے کوئی بھی سیاسی نظام لا سکتے ہیں چاہے وہ صدارتی ہو، یا پارلیمانی ہو یا ون یونٹ ہو۔ لیکن اگر آپ کی معاشرت اور معیشت اسلامی نہیں تو آپ کا ریاست مدینہ کا خواب پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ ریاست مدینہ اس طرح نہیں بن سکتی کہ جزوی چیزیں نافذ کر دیں۔ آپ کو اسلام کو مکمل طور پر لانا ہوگا تب یہاں ریاست مدینہ بنے گی۔ اسلام اگر آئے گا تو ایک مکمل پیکیج کے طور پر آئے گا۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعا کیے جائیں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

رینڈ کارپوریشن، صلیبی جنگ کے نفسِ ناطقہ اور پالیسی ساز امریکی تھنک ٹینک نے جہاں پہلے مسلم دنیا میں نیا اسلام متعارف کروانے (ماڈریشن) کے لیے دھڑا دھڑ مقالے لکھے، کتابیں شائع کیں، جس پر امریکی حکومت نے حرف بہ حرف عمل کر کے نیا اسلام تشکیل دیا۔ رینڈ کارپوریشن نے اس کا عنوان ''اسلام میں اصلاحات''، ''اسلام کا چہرہ بدل ڈالنا'' رکھا تھا۔ آج واقعتاً سعودی عرب تا پاکستان اسلام پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ اب یہی رینڈ، افغانستان سے امریکہ کے انخلاء کی منظر کشی کر رہا ہے۔ قابلِ قبول، باعزت واپسی کیونکر ہو؟ اس پر 49 صفحے لکھ مارے ہیں۔ فرضی احکامات کا پلندہ تیار کر کے میڈیا پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ اسی نفسیاتی جنگ کا تسلسل ہے جسے رینڈ نے پوری مسلم دنیا پر مقالوں کی بھرمار کے ذریعے مسلط کیا۔ امریکہ نے ڈالروں کی برسات سے اس پلان میں رنگ بھرا تھا۔ تاہم اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اب مدِ مقابل طالبان ہیں۔ رینڈ، امریکی اتحادی 59 ممالک کے اشرف غنی نما حکمرانوں پر ماڈریٹ اسلام مسلط کرنے میں تو کامیاب ہو گئی مگر طالبان تو امریکہ کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کر چکے۔ ان پر رینڈ کی بین کیا بجے گی! رینڈ کے مطابق اب ''افغان حکومت، طالبان اور امریکہ کے دستخط کے بعد افغانستان میں فوری جنگ بندی شروع ہو جائے گی۔ طالبان تشدد بند کرنے (یعنی امریکی اور افغان کٹھ پتلیاں مارنے اور امریکہ کا ''تراہ'' نکالنے سے باز آ جائیں گے؟) اور القاعدہ سمیت دہشت گرد تنظیموں سے تعلقات ختم کرنے کا اعلان کریں گے۔'' (ان سے ناتہ توڑ کر حقیقی عالمی دہشت گرد امریکہ سے دوستی گانٹھیں گے؟) —— یہ کہانی ابھی آگے چلتی ہے۔ تاہم دلچسپ خواب ہے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خواب اچھا ہے!

فی الحال تو امریکہ سے سعودی عرب میں جو مذاکرات ہونے کو تھے، طالبان اس سے انکاری ہو کر چل دیئے کہ مذاکرات قطر میں کریں گے۔ وجہ سعودی دباؤ بنی، جو کابل حکومت کو مذاکرات میں شریک کرنے کا تھا! طالبان نے دبنا سیکھا ہوتا تو آج منظر نامہ یہ نہ ہوتا! 'سو' بلی کو سمجھانے آئے چوہے کئی ہزار' کا منظر ہے فی الحال۔ ایران، پاکستان، چین، بھارت کے پیچھے امریکہ، خلیل زاد کو بھجوا رہا ہے کہ کسی طرح طالبان کو رضامند کر لیا جائے۔ کابل کٹھ پتلی حکومت کو طالبان نا محرم گردانتے ہیں، ان سے پردہ کرتے ہیں۔ سو کسی کے سمجھائے وہ راضی نہیں ہو رہے۔ جنگ بندی پر تیار نہیں اور امریکہ کے انخلا سے کم پر راضی نہیں۔ قطر میں ہونے والے مذاکرات بھی مزید مؤخر ہو گئے۔ ایجنڈا طالبان کے لیے قابل قبول نہ تھا۔ طالبان کی فتوحات تیزی سے بڑھ پھیل رہی ہیں۔ بادغیس میں 30 دیہاتوں پر ایسا قبضہ ہوا کہ سینکڑوں افغان فوجی پوسٹیں چھوڑ کر بھاگے —— طالبان اب صوبائی دارالخلافہ پر دستک دے رہے ہیں!

رینڈ بے چاری لاکھ ڈکٹیشن دے، لیکن طالبان کی تاریخ تو یہ ہے کہ ان کے سپہ سالار، امیر اور مربی ملا عمرؒ نے ایک مسلمان —— اسامہ بن لادنؒ کی خاطر 18 سال، پوری موجود دنیا سے جنگ مول لی تھی۔ رینڈ نے یہ بھی اپنے مجوزہ معاہدے میں فرمایا کہ ''امریکہ اور نیٹو، 18 ماہ میں اپنے مشن بند کر دیں گے، افغانستان میں عبوری حکومت قائم کی جائے گی۔ افغان شہری امریکہ اور نیٹو کے انخلا کے بعد مدد کے لیے عالمی ٹیم بلا سکتے ہیں۔'' کیا خوب درفنطیاں چھوڑی ہیں! عبوری حکومت کس کی، کونسی ہوگی؟ طالبان نے جمہوری حکومت قائم کرنی ہوتی تو 18 سال لڑتے؟ خلافت، امارت ہی تو امریکہ کے گلے میں پھنسی ہڈی ہے۔ رینڈ نے ہڈی نکالنے کا نسخہ نہیں بتایا۔ اسی تھنک ٹینک کی کارندہ شیرل بینارڈ (اہلیہ خلیل زاد) نے جمہوریت بمقابلہ خلافت اور ماڈریٹ مسلمان بمقابلہ شدت پسند (یعنی شریعت پسند) پر خود بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ ماڈریٹ جمہوریت طلب اور طالبان خلافت طلب ہیں۔ لیکن اب ''رینڈ'' ان کی حکومت کو نہ کوئی عنوان دے رہے ہیں نہ اس کی ہیئت بیان کر رہے ہیں! افغان شہری عالمی برادری کو پکارتے دکھائے ہیں، جو پھر ایک چھوٹی افغان سپورٹ ٹیم بنائے گی۔ افغان شہری؟ موم بتی مارکہ سول سوسائٹی؟ یعنی بیرونی مداخلت کا دروازہ کھلا رہے؟

یہاں رک کر حرج نہیں کہ ایک نظر روسی انخلا جنگ آزمائی کے بعد دیکھ لیا جائے۔ روسی جرنیل نے آمو دریا پر حیراتن پل پیدل پار کیا۔ وہاں رک کر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا کہ ''ہم دوبارہ کبھی افغانستان کی طرف پلٹ کر نہ دیکھیں گے۔'' انخلا کے بعد روسی کٹھ پتلی نجیب اللہ کو وقتی مدد روس سے ملتی رہی۔ تاہم 1991ء میں سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے پر نجیب اللہ یتیم ہو گیا۔ 1992ء تا 1996ء (طالبان کی فتح تک) نجیب اللہ یو این کے کمپاؤنڈ میں پناہ لیے رہا...... تا آنکہ 27 ستمبر 1996ء کو طالبان نے اسے کمپاؤنڈ سے نکال کر صدارتی محل کے سامنے سرِ عام پھانسی دی۔ افغان شہری، ہجوم کئے نعرہ زن تھے: مرگ بر کمیونسٹ، نجیب اللہ! کابل کا قصاب! امریکہ کے اپنے انخلا کا ایک ماڈل ویت نام میں امریکی پسپائی کا ہے جو نہایت توہین آمیز ہے۔ سائیگون میں ویت کانگ (1975ء) کے داخل ہونے پر امریکی فوجی ہیلی کاپٹروں سے لٹک لٹک کر جس افراتفری میں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے وہ آج بھی ان کی جنگی نفسیات پر آسیب بن کر چھایا ہوا ہے۔ رینڈ کارپوریشن اسی ذلت سے بچانے کے لیے بہتر نقشے تراش رہا ہے۔

ادھر پاکستانی ماڈریٹوں پر بھی امریکی انخلاء کی افسردگی، آزردگی اور کسی درجے خوف کی کیفیت طاری ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ فتوحات بڑھتی گئیں تو (تاریخ کی روشنی میں) اشرف غنی اور حکومتی مہرے جو آسٹریلیا، جرمنی، امریکہ سے لا کر پلانٹ کیے گئے تھے الٹے پاؤں دوڑیں گے۔ فلائٹیں بک ہوں گی جیسے 1996ء میں طالبان کی آمد سے ایک رات پہلے کمیونسٹ بھاگ لیے تھے۔ رُت بدل رہی ہے۔ حتیٰ کہ بھارتی آرمی چیف نے مودی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ ''انہیں طالبان سے غیر مشروط گفتگو کرنی چاہیے۔'' (طالبان کی آمد پر بھارتی مفادات کے تحفظ کے لیے!)

ایک طرف طالبان کی فتوحات اور ماہرانہ ڈپلومیسی، اسلام کی سرخروئی کا عجب نظارہ دکھا رہی ہے۔ دوسری جانب ماڈریٹوں کی اپنی نرالی خوشیاں ہیں۔ مثلاً دنیا بھر کے لبرل، ماڈریٹ ''مسلمان'' دو مسلم خواتین کے امریکی کانگریس کا حصہ بن جانے پر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے! صومالی الہان عمر نے تو سر ڈھانپ رکھا تھا۔ تاہم ان کی نگاہوں کا اصل مرکز فلسطینی راشدہ طلیب رہی، جس نے چھوٹتے ہی بدکلامی، بلکہ فحش کلامی کی انتہا کر دی۔ ٹرمپ کے لتے مردانہ مغلظاتی زبان میں لینے پر ڈیموکریٹ ہمنواؤں نے شاباش دی کہ وہ بات جو لوگ بہت عرصے سے سوچ رہے تھے وہ اس نوزائیدہ کانگریس ممبر خاتون نے کہہ ڈالی! یہ گلوبل زبان ہے۔ فیشن میں بدرنگی جینز، پھٹے کپڑے، اجڑے بال ہیں۔ اخلاقی گراوٹ بحرِ مردار والی تہذیب کی ہے، تو نمائندہ زبان ایسی ہی ہو گی۔ شائستگی کی توقع عبث ہے۔ اس پر شاباش بھی عجب نہیں۔ تاہم ایسی مسلمانی پر فخر کرنے کو جو دل جگر گردہ درکار ہے وہ ہمارے پاس تو نہیں۔ ایک ماڈریٹ پاکستانی لکھاری نے (انگریزی میں) اس پر خوب فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہی، یا اس سے بہت کم (بے ہودہ) زبان یہاں کسی عورت نے استعمال کی ہوتی تو اسے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ آزادی امریکہ ہی دے سکتا ہے! اے وائے 'آزادی' اگر ایں است 'آزادی'! نیز یہ سرخاب کا پر الگ کہ راشدہ طلیب نے مسلمان عورتوں کا فرسودہ، دقیانوسی روایتی تصور توڑ ڈالا۔ ہمارے ہاں بھی خاتون DPO پاکپتن نے امریکی کانگریس کے لیے اہلیت ثابت کر دی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ عارف والہ میں کھلی کچہری کے دوران 90 سالہ بزرگ سفید ریش تاجر رہنما کو (سر پر ہاتھ رکھنے پر) تھپڑ مارے، غلیظ گالیاں دیں۔ یہ بھی شیر نر خاتون نکلی! تاجر رہنما تھانے میں بند کر دیا! پورا شہر ہنگامہ زن رہا۔

اِدھر امت گوناگوں مسائل میں ہنوز گرفتار ہے۔ روہنگیا، کشمیر، غزہ میں حالات جوں کے توں ہیں۔ ایسے میں سنکیانگ کے مسلمانوں پر بات کرنے کو بھی کوئی تیار نہیں جن کی مسلمانی بزور ختم کی جانے کی ہولناک خبریں، ویڈیوز مسلسل آ رہی ہیں۔ ایسے میں عمران خان سے جب ایغور مسلمانوں بارے پوچھا گیا تو تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ عالمی سطح پر مسلمانوں پر

ٹوٹتی قیامتوں کے سدباب کے لیے بہادر قیادت درکار ہے جو ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت رکھتی ہو، ایمان سے مالا مال ہو۔ محمد الکاملؒ ہلاکو کے مقابل ایک ذی شان کردار جس کی ضو آج بھی گھپ اندھیروں میں چراغِ راہ ہے۔ مکالمے (Dialogue) کا بڑا چرچا رہا اس جنگ میں۔ آیئے دیکھیے مومن کا مکالمہ! ہلاکو کے اس شکوے پر کہ تم مجھ سے ملنے شہر سے باہر نہ نکلے، محمد الکامل کہتے ہیں: ''تم ہو کون کہ میں تمہارا چہرہ دیکھنے کی مشقت اٹھاتا۔ تمہارا نہ کوئی دین ہے نہ کوئی قول قرار۔ تم ایک بے دین انسان ہو جس سے جہاد واجب ہے۔ میں تم سے بہتر ہوں۔'' ہلاکو سراپا غیظ و غضب: ''تم کس بات میں مجھ سے بہتر ہو؟'' الکاملؒ: ''اس لیے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میرے پاس دین بھی ہے اور امانت داری بھی!'' (مولانا اسماعیل ریحان: ''قصہ ایک جانباز کا'') عقیدے کی پختگی، کردار کی عظمت، اسلام پر فخر، کفر سے بے زاری، بے مثل شجاعت و پامردی۔ مسلم دنیا منتظر ہے ایسے ہی کسی مردِ راہ داں کی جو غلامی، ظلم و جبر کی تاریک رات سے امت کو رہائی دلا سکے۔

قبول ہونا مقدر ہے حرفِ خالص کا
ہر اک آن ہر اک پل دعا کیے جائیں!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(10 تا 14 جنوری 2019ء)

جمعرات (10 جنوری) کو صبح 9 بجے تا نمازِ ظہر مرکز تنظیم اسلامی ''دارالاسلام'' میں تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نمازِ عصر قرآن اکیڈمی میں ایک نوجوان جناب حارث ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ انہوں نے اسلام کے نفاذ میں قرآن حکیم کی تعلیمات کی اہمیت اور اس کے کردار کے بارے میں اپنے بعض سوالات پر امیر تنظیم سے رہنمائی حاصل کی۔ جمعہ (11 جنوری) کو صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی میں جناب شیخ فضل سے ملاقات رہی، جس میں عربی زبان کی ترویج اور تعلیم کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ اسی روز بعد نمازِ عصر قرآن اکیڈمی میں جوہر ٹاؤن سے ایک حبیب جناب مظہر العباد ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ امیر محترم سے تنظیم اسلامی کی فکر کے حوالے سے چند سوالات کرنے کے بعد انہوں نے بیعت فارم حاصل کیا۔

ہفتہ (12 جنوری) کو صبح 10:30 بجے دارالاسلام میں حلقہ اسلام آباد کے تین سابقہ مقامی امراء سے ملاقات رہی۔ اس دوران نائب ناظم اعلیٰ (مرکز) اور مرکزی ناظم تعلیم و تربیت بھی موجود تھے۔ دوپہر 12:30 بجے دارالاسلام ہی میں اوکاڑہ سے ایک حبیب جناب شعیب احمد ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ بعد نمازِ عصر حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم جوہر ٹاؤن کے امیر جناب شیخ محمد نعیم کی خوش دامن کی نمازِ جنازہ کی امامت کرائی۔

☆☆☆

اطلاع

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ عمرے کی ادائیگی کی غرض سے 14 تا 28 جنوری 2019ء سعودی عرب میں قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب ایوب بیگ مرزا تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر کی ذمہ داری ادا کریں گے۔

سیاست وسیادت یا انار کی حماقت

فرید اللہ الصافی

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر صحیح نہج پر اس کی تمام ضروریات پوری کی۔ ایک دور تھا کہ سیاست رعایا کی ضروریات کو احسن انداز سے پورا کرنا، ان کی مشکلات کو حل کرنا، بگڑے ہوئے انسانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے انہیں راہ راست پر لانا، کم ظرف انسانوں کی ذہنیت کا درست نہج پر نشونما کرنا، عالی ظرف لوگوں کے عزم میں استقلال پیدا کرنا، اور دنیاوی واخروی امور میں صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے عوام الناس کو اس پر گامزن کرنا سیاست وسیادت کہلاتا تھا۔ اور اس زمانے میں لوگ اول تو اگر ان کا بس چلتا تو سیاست کو پہاڑ کا ثقل سمجھ کر اس سے راہ فرار اختیار کیا کرتے تھے اور پھر اگر انہیں اس پر مجبور کیا جاتا تو وہ لوگ اس فریضہ حسنہ کو اپنے پاس رکھا ہوا ودیعہ اور امانت سمجھ کر اس کی کما حقہ ادائیگی اپنے نفس پر لازم سمجھتے ہوئے بال بال کا حساب رکھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے اس خلوص کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ سیاست نہ ان کے دین کو متاثر کرتی اور نہ اخلاق کو، نہ وہ خود حماقت میں پڑتے تھے اور نہ ہی وہ العوام کالانعام کا گھٹیا موقف اپنا کر عوام الناس کی زمام اپنے ہاتھ میں لیے انہیں بیوقوف بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

لیکن آہستہ آہستہ زمانے کا کیا بدلنا تھا کہ سیاست کا رنگ اور تصور بھی ساتھ بدل گیا اور سیاست کی نہ صرف دم نکل آئی بلکہ اس نے غیر معقول چیز بن کر انسانوں کے مہذب معاشرے سے ہجرت کرتے ہوئے گھمسان جنگل کا رخ کیا اور سیاست کی طرف منسوب لوگوں نے بھی درندوں کو شکست عظیم دیتے ہوئے اس ماحول سے بھرپور وفا کی، چنانچہ جس پر بس چلا اسے چیرنا پھاڑنا شروع کر دیا نہ اسلام کا خیال رکھا کیوں کہ بصارت کا فقدان تھا اور نہ انسانیت سے وفا کی کیوں کہ ان کی بصیرت ماندھ پڑھ گئی تھی۔ اور مزید انہوں نے سیاست کے مفہوم کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہو کر درندگی، حماقت، سفاکیت، اخلاق کشی، فریب، دغہ بازی، کھیل تماشا، حیوانیت، مطلب پرستی، تمدن وتہذیب کا جنازہ، لادینیت والحاد، غیرت کا سودہ، عریانی، ایذا رسانی، چغل خوری، بدخواہی، خون کا سودا، محرمات کی حلت، سرقات سے معیشت کا استحکام، لوٹ مار، ڈاکہ زنی، رعایا کو احمق بنانا، معاشرے کا بگاڑ، آوارگی، دیوانہ پن، نفرت کا انتشار، کشتی کبڈی، عداوتوں کا انتشار، افسانے، اپنے حصے کے بیوقوفوں کو جمع کرنا، اضطراب کا درس، فحش گوئی اور بدزبانی کا مقابلہ، سب وشتم، بہتان بازی، اور اللہ سے شعوری اور لاشعوری طور پر جنگ، شقاوت کو قبول کر کے اپنے اور دوسروں کے دارین کو خراب کرنے کو سیاست سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

حتیٰ کہ آج معاملہ بلا مبالغہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ موجودہ سیاست کو سیاست کہنا نہ صرف لفظ سیاست کی توہین ہے بلکہ اس صورت حال کو سیاست سے تعبیر کرتے ہوئے انسان کو لفظ سیاست کی مقبول بددعا سے ڈرنا چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کسی قسم کا حجاب حائل نہیں ہوتا۔ موجودہ سیاسی صورت حال جو منظر پیش کر رہی ہے یہ منظر تو کسی زمانے میں مچھلی منڈی کا ہوا کرتا تھا یا پھر کلاب کی لڑائی کے دوران عزت نفس کوسوں دور رہ جاتی تھی اور ہر ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کی کامل جدوجہد کیا کرتا تھا، یا یہ اس زمانے کی بات ہے جب انسان کا لباس پتے اور اس کی خوراک صرف جنگلی جانور ہوا کرتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اسلام نے سیاست کا کوئی ڈھنگ نہیں سکھایا؟ یا پھر ہم اسے معیوب سمجھ کر شکوک شبہات کا شکار ہو کر ناراضگی اور عدم اطمنان کا اظہار کر رہے ہیں؟ جس کی بنا پر ہماری سیاست یتیم بن چکی ہے۔ ع

”جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی“

سیاست کا طریقہ کار تو قرآن نے بتایا ہے جو صرف معیار ہی نہیں بلکہ ڈھونڈنے کو اس کی مثال نہیں ملتی، سیاست تو ہمارے مقتدی سید السادات محمد عربی ﷺ نے کر دکھائی کہ سکندر اعظم شرما گیا۔ سیاست تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی کہ قیامت تک رہنے والا آفتاب بن گیا۔ سیاست تو صحابہ کی عالی شان جماعت نے کی کہ ہر ایک روشن ستارہ بن گیا اور رستم ڈر کے مارے راستہ بھول کر در در کی ٹوکریں کھانے لگا۔ سیاست تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے کے مصداق غیر مسلم ان کی سیاست کے نہ صرف مداح بن گئے بلکہ تابعداری کرنے پر بھی مجبور ہوئے۔ سیاست تو صلاح الدین نے کی کہ چودھویں کا چاند بن گیا۔ سیاست تو ابن تیمیہؒ نے کی کہ تاتار کے پرخچے اڑا دیے۔ سیاست تو طارق بن زیاد نے کی کہ دشمن کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ سیاست تو عبدالرحمٰن الداخل نے کی کہ مسلمانوں کی سرزمین امن وسلامتی کا گہوارہ بلکہ نمونہ بن گئی۔ سیاست تو عمر بن عبدالعزیز نے کی کہ معیشت کا اس قدر استحکام ہوا کہ سونا وچاندی کی زکوٰۃ لینے کے لیے کوئی تیار نہ تھا، سیاست تو عیسیٰ علیہ السلام کریں گے کہ بھیڑیا اور بکری آپس میں شیر وشکر ہو کر ایک ہی قطعہ زمین پر خوراک تلاش کیا کریں گے گویا کہ اخوت کا رشتہ صرف انسانیت ہی نہیں پال رہی ہوگی بلکہ درندوں اور حیوانات نے بھی ان سے یہ سبق سیکھ لیا ہوگا۔

اسلاف کی اس عالی شان وعالی ظرف جماعت کو دیکھ کر ہی کسی نے فخریہ انداز میں کہا تھا:

أولئك آبائي فجئني بمثلهم ... إذا جمعتنا يا جرير المجامع

”یہ میرے اسلاف وبزرگ ہیں، جب بزرگوں کا تذکرہ اور ان کی مدح ثنائیاں ہوتو میرے ان اکابر کی مثال اگر کوئی ملتی ہو تو تلاش کر کے لے آنا۔“

لیکن المیہ یہ ہے اور افسوس اس بات کا ہے کہ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھا جا رہا ہے، اور سونے پر لوہے کی دھات کو ترجیح دی جا رہی ہے جو فطرت کے بگاڑ کی صریحی دلیل ہے اور اغیار کی بالشت بہ بالشت اندھی تقلید کی جا رہی ہے جس سفر کی انتہاء ہلاکت کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

اللہ ہمارے احوال پر رحم فرماتے ہوئے ہمیں حق کی نگاہ نصیب فرمائے۔

❀❀❀

ریاست مدینہ میں شراب حرام تھی

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حکمرانوں نے ستر سال کے بعد ریاست مدینہ کا نام لیا تو پوری ملت مسرت وشادمانی کی کیفیت میں جھوم اٹھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے قیام پاکستان کا مقصد پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملت کے خیرخواہوں نے اس کی نہ صرف حمایت کی بلکہ ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ ایک نسبتاً چھوٹی جماعت تنظیم اسلامی نے تو کراچی سے خیبر تک سیمینارز کا سلسلہ شروع کیا جس میں علمائے کرام اور دانشور حضرات کے تعاون سے ریاست مدینہ کے خدوخال کو شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا گیا۔ اسی سلسلے میں اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین استاذِ محترم جناب قبلہ ایاز صاحب بھی شریک تھے۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کی کاوش کو سراہتے ہوئے ذمہ داران کو فرمایا کہ سیمینار میں ریاست مدینہ کے حوالے سے پیش کی گئی عملی ہدایات کو نکات کی صورت میں مرتب کریں تاکہ ان کو حکومت کے سامنے رکھا جائے۔ امید ہے کہ حکومت اپنے اعلان کے مطابق ریاست مدینہ کی طرف پیش قدمی کرے گی۔ ابھی یہ تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جنوری کے آخر تک ان شاء اللہ اسلامی نظریاتی کونسل کے زیراہتمام ورکشاپ کا انعقاد ہوگا۔ مگر حال ہی میں ایک غیرمسلم ایم این اے نے حرمت شراب کا بل ایوان میں پیش کیا تو خلاف توقع حکومتی ارکان نے ہی اس کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ غیرمسلم ایم این اے کا یہ بل پیش کرنے کا مقصد کیا تھا لیکن حکومت کے مسلمان اہلکاروں کا ردعمل ناقابل فہم ہی نہیں افسوسناک اور شرمناک بھی تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خود وزیراعظم آگے آتے اور اپنے وزیر قانون کو حکم دیتے کہ وہ وزیر مذہبی امور کی مشاورت سے حرمت شراب کا ایک جامع بل اسلامی احکام کی روشنی میں تیار کریں اور پارلیمنٹ میں پیش کر کے منظور کرائیں تاکہ ریاست مدینہ کے نعرے کی عملی صداقت بھی نظر آئے۔ جو مسلمان اس حکم کی تنفیذ کے خلاف ووٹ دے اسے دستور پاکستان کے تحت نااہل قرار دلوا کر پارلیمنٹ سے باہر کیا جائے۔

جائے اور آئندہ کے لیے عوام خود ہی ایسے اسلام مخالف سے نبٹ لیں گے۔

اس وقت محسوس یہ ہوتا ہے کہ ریاست مدینہ کی طرز پر پاکستان کے نظام حکومت کو استوار کرنے کا تصور تنہا وزیراعظم کا ہے۔ ان کی ٹیم میں بالعموم یہ تصور نہیں پایا جاتا۔ ہم خاص طور پر ان کی کابینہ اور عام طور پر ان کے پارٹی ارکان کے سامنے حرمت شراب کے حوالے سے قرآن و سنت کی تعلیمات اختصار سے پیش کر کے ان کے خدشات کو رفع کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ یکسو ہو کر وزیراعظم کے ریاست مدینہ کے Vision کو سمجھیں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وزیراعظم کا ساتھ دیں۔

شراب کی حرمت کا ذکر قرآن مجید میں سب سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت 219 میں ہوا۔ دوسرا حکم سورۃ النساء کی آیت 34 میں ہے۔ اور تیسرا اور آخری حکم سورۃ المائدۃ کی آیت 90 میں آیا ہے۔ اس آخری حکم کے نزول سے پہلے رسول ﷺ نے ایک خطبہ میں لوگوں کو متنبہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کو شراب سخت ناپسند ہے، بعید نہیں کہ اس کی قطعی حرمت کا حکم آ جائے، لہٰذا جن جن لوگوں کے پاس شراب موجود ہو وہ اسے فروخت کر دیں۔ اس کے کچھ مدت بعد یہ آخری حکم نازل ہوا اور آپ نے اعلان کروایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں، نہ بیچ سکتے ہیں، بلکہ وہ اسے ضائع کر دیں۔ چنانچہ اسی وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بہا دی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کو تحفتہً کیوں نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا ''جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے اسے تحفتہً دینے سے بھی منع کر دیا ہے''۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم شراب کو سرکے میں کیوں نہ تبدیل کر دیں؟ آپؐ نے اس سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ ''نہیں، اسے بہا دو''۔ ایک صاحب نے باصرار دریافت کیا کہ دوا کے طور پر استعمال کی تو اجازت ہے؟ فرمایا ''نہیں، وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے''۔ ایک اور صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایک ایسے علاقے کے رہنے والے ہیں جو نہایت سرد ہے، اور ہمیں محنت بھی بہت کرنی پڑتی ہے۔ ہم لوگ شراب سے تکان اور سردی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا جو چیز تم پیتے ہو وہ نشہ کرتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو اس سے پرہیز کرو۔ انہوں نے عرض کیا مگر ہمارے علاقے کے لوگ تو نہیں مانیں گے۔ فرمایا ''اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو''۔ ابن عمرؓ کی ایک روایت کے مطابق حضور نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور کشید کرنے والے پر اور کشید کرانے والے پر اور ڈھو کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ ابتدا آپ نے ان برتنوں تک کے استعمال کو منع فرما دیا تھا جن میں شراب بنائی اور پی جاتی تھی۔ بعد میں جب شراب کی حرمت کا حکم پوری طرح نافذ ہو گیا تب آپ نے برتنوں پر سے یہ قید اٹھا دی۔

حضور ﷺ نے متذکرہ بالا ہدایات کی خلاف ورزی کرنے والوں پر سزا بھی لاگو کی۔ جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا تو اسے جوتے، لات، مکے، بل دی ہوئی چادروں کے سونٹے اور کھجور کے سنٹے مارے جاتے تھے، جن کی تعداد 40 ہوتی تھی۔ سیدنا ابوبکرؓ کے دور خلافت میں 40 کوڑے مارے جاتے تھے۔ سیدنا عمرؓ کے دور میں پہلے 40 کوڑے اور بار بار اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو 80 کوڑے مارے جانے لگے۔ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا جس پر یہ سزا ''حد'' قرار پائی۔

ریاست مدینہ میں چونکہ شریعت کے قوانین جاری کیے گئے تھے اس لیے ان کی خلاف ورزی پر سزائیں دینا حکومت کے فرائض میں داخل تھا۔ لہٰذا ریاست مدینہ کی طرز پر پاکستان میں بھی اسلامی قوانین کا اجرا حکومت پر لازم ہے۔ شراب کی بندش کے لیے اگر حکومت کو طاقت کا استعمال کرنا پڑے تو یہ جائز ہے۔ اس کی مثال سیدنا عمرؓ کے دور خلافت سے ملتی ہے۔ بنی ثقیف کے ایک شخص رویشد نامی کی دوکان سیدنا عمر نے اس بنا پر جلوا دی تھی کیونکہ وہ خفیہ طور پر شراب بیچتا تھا۔ ایک اور موقع پر آپؓ ہی نے ایک پورا گاؤں اس قصور پر جلا ڈالا تھا کہ وہاں خفیہ طریقہ سے شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔ ان تاریخی شواہد کی روشنی میں وزیراعظم صاحب کو ریاست مدینہ کے مطابق پاکستان کو دور جدید کی فلاحی اسلامی ریاست بنانے میں مدد ملے گی۔ ان شاء اللہ۔ اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔ اللہ ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

امیر محترم کا دورہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

7 جنوری 2019ء صبح 10 بجے راقم، نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا زون کی معیت میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچے، جہاں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب حفظہ اللہ نے مولانا سمیع الحق شہید کے فرزندان سے تعزیت کرنی تھی۔ امیر تنظیم اسلامی تقریباً صبح 11 بجے اکوڑہ خٹک پہنچے۔ راقم اور نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا زون نے امیر تنظیم اسلامی کو اُن کے اکوڑہ خٹک پہنچنے پر خوش آمدید کہا۔ بعد میں امیر تنظیم اسلامی کو مولانا حامد الحق صاحب جو کہ مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں کے دفتر لے جایا گیا۔ وہاں انھوں نے امیر تنظیم اسلامی کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس کے فوراً بعد امیر تنظیم اسلامی کو مولانا مرحوم کے مرقد پر لے جایا گیا۔ مولانا موصوف نے وہاں امیر تنظیم اسلامی سے دعا اور تعزیتی کلمات کی گزارش کی۔ اس موقع پر کوئٹہ سے آئے ہوئے یونیورسٹی کا وفد بھی جو تقریباً 40 تا 50 طلبہ پر مشتمل تھا، بھی موجود تھا۔ امیر تنظیم اسلامی نے تعزیتی کلمات کے ساتھ ساتھ تنظیم کی فکر بھی مختصراً بیان فرمائی۔ بعد ازاں مہتمم دارالعلوم حقانیہ مولانا یوسف شاہ نے امیر تنظیم اسلامی کو دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات دکھائے۔

انہوں نے اسرار کیا کہ آج رات امیر محترم ہمارے ساتھ گزاریں تو یہ ہمارے لیے باعثِ سعادت ہوگی نہیں تو دوپہر کا کھانا لازمی ہمارے ساتھ کھائیں۔ لیکن نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا زون نے امیر تنظیم اسلامی کی گوناگوں مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے ان سے اجازت دلوائی۔

دوپہر 12 بجے راقم اور نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا زون نے امیر تنظیم اسلامی کو دعاؤں کے ساتھ لاہور کے لیے رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو!

(رپورٹ: محمد شمیم خٹک)

شاہدرہ اور فیروزوالہ کے زیر اہتمام نئے حلقہ قرآنی کا قیام

تنظیم اسلامی شاہدرہ اور فیروزوالہ کے زیر اہتمام دروس قرآنی کا سلسلہ جاری ہے، جامع مسجد نورالھدیٰ فیروزوالہ میں روزانہ بعد نماز فجر، رفیق تنظیم امداد اللہ کے گھر ہفتہ وار، مسجد حیدری میں روزانہ بعد نماز فجر اور ماہانہ بنیاد پر بھی درس قرآن کی محافل منعقد ہو رہی ہیں۔ ہر ماہ کے پہلے ہفتے جامع مسجد نورالھدیٰ میں خواتین کے لیے حلقہ قرآنی قائم ہے۔ پچھلے دو ماہ سے مدرسہ فاطمہ الزہراء میں ماہانہ درس قرآن کا پروگرام ہو رہا ہے۔

اب 23 دسمبر 2019ء سے رفیق تنظیم مجاہد حسین باجوہ کے گھر پر ایک نیا ماہانہ درس قرآن کا حلقہ قائم کیا گیا ہے۔ اس درس قرآن کے پہلے پروگرام میں مقامی امیر ڈاکٹر اقبال حسین نے تلاوت قرآن سے مجلس کا آغاز کیا اور پھر سیرت النبیؐ بذریعہ قرآن بعنوان ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' سورہ اعراف کی آیت نمبر 157 کے حوالہ سے حاضرین کے سامنے لایا گیا۔ انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اکثر ہم سیرت النبیؐ میں آپؐ کے شمائل، فضائل، معجزات وغیرہ کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں۔ لیکن آج آپ کو سیرت النبیؐ کا ''پیغام'' بتایا جائے گا یعنی نبی اکرم ﷺ کو کس مقصد کے لیے مبعوث کیا گیا اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے آپؐ نے کیسے جدوجہد کی اور اس میں ہمارے لیے کیا پیغام ہے؟ انہوں نے سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس پروگرام میں جناب افتخار احمد نے نعت رسول مقبول ﷺ اور ایک نظم پیش کی۔ اس محفل میں تقریباً 55 مرد اور 40 عورتیں شریک ہوئیں۔ اس محفل کی کامیابی کا سہرا جناب مجاہد حسین باجوہ اور ان کے صاحبزادے ارسلان احمد (جنھوں نے حال ہی تنظیم میں شمولیت کی ہے) کے سر ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ جس آبادی میں رہتے ہیں وہاں گھر دور دور فاصلے پر ہیں۔ ایسے حالات میں اتنی بڑی تعداد کو جمع کرنا یقیناً ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے جذبہ عمل میں اور ترقی عطا فرمائے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

6 جنوری کو حلقہ ملاکنڈ میں سہ ماہی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ حلقہ ملاکنڈ ملک عزیز کے انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے، جس کی سرحد شمال میں افغانستان سے ملتی ہے۔

چونکہ موسم سرما انتہائی عروج پر ہے۔ برف باری کی وجہ سے راستے بھی اکثر بند رہتے ہیں۔ لیکن اس یخ بستہ موسم کے باوجود رفقاء کی اجتماع میں شرکت دیدنی تھی۔

اجتماع کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ درس قرآن کی سعادت شاہد لطیف نے حاصل کی۔ انہوں نے انتہائی تفصیل کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ''فریضہ دعوت'' کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ جہانگیر خان نے درس حدیث میں دعوت کی اہمیت اور برکات کو واضح کیا۔

چونکہ اجتماع کا موضوع ''دعوت دین کی ضرورت اور اہمیت'' تھی۔ راقم نے موضوع ہذا پر مفصل بیان کیا کہ دعوت دین ایک فریضہ ہے، یہ تمام انبیاء کی سنت ہے۔ اس کے بغیر نجات ممکن نہیں اور قرآن عظیم الشان میں اس موضوع کے اہمیت کے پیش نظر مختلف اصطلاحات کے ذریعے اس کو واضح کیا گیا ہے۔ شہادت علی الناس کا عروج اقامت دین ہے جو ایک منظم جماعت کے بغیر ناممکن ہے۔

چائے کے وقفہ کے بعد سینئر رفیق شوکت اللہ نے فکر تنظیم پر مذاکرہ کنڈکٹ کیا۔ مذاکرہ سے رفقاء پر واضح کیا گیا کہ اسلام ایک نظام ہے اور نظام وہ ہوتا ہے جو غالب ہوتا ہے۔ مغلوب ہونے کی صورت میں مذہب بن کر رہ جاتا ہے۔ دین ہم سے تین مطالبے کرتے ہیں۔ اللہ کے دین پر عمل کرنا، اس کو دوسروں تک پہنچانا اور نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرنا اور یہ سب کچھ ایک منظم جماعت کے بغیر ناممکن ہے۔ آخر میں ناظم حلقہ کے اختتامی گفتگو اور دعا پر اس بابرکت اجتماع کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: ابوکلیم نبی محسن)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام رفیقات کا ششماہی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی شعبہ خواتین کے زیر اہتمام رفیقات کا ششماہی اجتماع 9 دسمبر 2018ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا عنوان ''علم اور لوازم نجات'' رکھا گیا۔ لاہور سے پروگرام میں شرکت کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی صاحبزادی تشریف لائیں۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کی تلاوت اور ان کے اردو ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ''علم اور ایمان'' پر درس ہوا۔ اگلا درس ''علم اور عمل صالح'' پر مشتمل تھا۔ چائے کے وقفہ کے بعد ''علم اور تواصی بالحق'' کے ضمن میں درس ہوا اور آخری درس ''علم اور تواصی بالصبر'' پر مشتمل تھا۔ اختتامی کلمات اور دعا ڈاکٹر صاحبؒ کی صاحبزادی نے کروائی، دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں رفیقات واحباب نے شرکت کی۔

اللہ تعالیٰ ہماری محنتوں اور کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ آمین۔ (رپورٹ: زوجہ میجر (ر) ادریس صاحبہ)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم ایم فل اکنامکس، گورنمنٹ جاب، کے لیے دینی مزاج کی حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ، خوب سیرت، خوب صورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4362052

☆ لاہور میں رہائش پذیر برسرروزگار گریجویٹ کنوارہ، عمر 35 سال، ذاتی رہائش کے حامل کے لیے دینی مزاج اور رسومات سے بچنے والی بچی کے والدین رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ: 0305-4504656

☆ لاہور میں رہائش پذیر اعوان فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 31 سال، کمپیوٹر انجینئر، قد "5'.8 کو عقد ثانی کے لیے پڑھی لکھی، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0345-5348391

دعائے صحت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی کراچی جنوبی کے نقیب افضال شبیر خان کی پھوپھی ICU میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ قرآن اکیڈمی کراچی جنوبی کے نقیب وناظم مالیات جناب ذیشان طاہر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب شرقی کے ناظم دعوت جناب محمد منیر احمد کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

☆ مقامی تنظیم فورٹ عباس کے ملتزم رفیق محترم محمد جمیل کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، مقامی تنظیم واڑی کے مبتدی رفیق شاہد حسین کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0344-9820138

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق عدیل احمد کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی گوجر خان کے ملتزم رفیق آفتاب احمد کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0301-5489391

☆ صادق آباد کے نقیب اسرہ محترم عبدالجبار کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

☆ باجوڑ غربی کے ملتزم رفقاء سردار اور لیاقت کی دادی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0346-3016115

☆ قرآن اکیڈمی کراچی جنوبی کے امیر جناب فیصل منصوری کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق شاہد رحمان صدیقی کے بہنوئی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے ناظم دعوت جناب محمد سلیم اختر سیال کے خالو وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6356139

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

”دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور“ میں

یکم تا 3 فروری 2019ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مبتدی وملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1- جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کیے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2- اس کورس سے جو مبتدی/ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ملتزم نصاب کا مطالعہ/ساعت مکمل متصور ہوگی۔

3- جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/ساعت مکمل متصور ہوگی۔

4- اس کورس میں وہ مبتدی/ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور مبتدی/ملتزم تربیتی کورس اسے بہر حال کرنا لازم ہوگا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

نوٹ: مذکورہ بالا کورس جون، اکتوبر اور دسمبر 2019ء میں بھی ان شاء اللہ منعقد ہوگا۔ لہٰذا مبتدی/ملتزم رفقاء حسبِ سہولت شرکت کا اہتمام کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)35473375-79

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

”مرکز تنظیم اسلامی صادق آباد حیدری مارکیٹ (بالمقابل غلہ منڈی) نزد میاں آٹوز“ میں

03 تا 09 فروری 2019ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-7410754, 0332-7294618

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)35473375-79

Social Media Might Ban the Pakistani Map at India's Behest

An alarming piece of legislation is about to enter into force in India next month mandating that social media platforms such as Facebook remove "unlawful content" such as posts that affect the "sovereignty and integrity of India", meaning that this law could easily be abused by New Delhi to demand that the internationally recognized Pakistani map be banned because it contradicts India's maximalist claims to Kashmir.

The Information-Communication Technology (ICT) Revolution of the past few decades has resulted in social media becoming a regular part of most people's daily lives, with billions of people checking their accounts daily (sometimes across several platforms) and coming into contact with an unquantifiable amount of information from countless sources.

The controversy arises when countries demand that these companies enforce legislation that infringes on the freedom of speech of other people elsewhere. India, the self-proclaimed "world's largest democracy", is about to implement a law next month mandating that "unlawful" content be scrubbed from social media, which as Reuters reports also includes materials that affect the "sovereignty and integrity" of the country. While this might be a seemingly legitimate concern for any country, it can actually be abused by India to pressure Facebook, WhatsApp, Twitter, and others to ban the internationally recognized Pakistani map.

The reasoning behind this fear is that India's maximalist claims to Kashmir have led to New Delhi refusing to recognize that the Pakistani region of Gilgit-Baltistan is under Islamabad's writ, however why India's official map includes this territory as part of that country and not its neighbor's despite New Delhi exercising no sway whatsoever over it or its people. India, however, is on track to become the world's most populous country sometime in the next decade and is accordingly one of the most sought-after markets for any social media company, which is why they might bend to New Delhi's will and consider removing content from their platforms that the country deems to be "illegal", such as the internationally recognized map of Pakistan.

Nevertheless, most of the world's social media giants are based in the US, so this implies that Americans (including those of Pakistani descent who share the internationally recognized map of their homeland) would have the responsible expression of their freedom of speech curtailed on behalf of a foreign government for politically subjective reasons that differ from their own government's official position on this issue, a scenario that's bound to send shockwaves through the country and become a political controversy sooner than later. The larger question being raised is the extent to which national governments can compel foreign internet companies to censor content shared by users outside of the state in

question for reasons that don't objectively constitute "national security" concerns.

Furthermore, it can't be overlooked that very populous states such as India (which are prized by these companies for their enormous market potential) have a disproportionate advantage in this sense than their smaller- and medium-sized counterparts because they could restrict their citizens from accessing these platforms in response to those companies refusing to abide by their national legislation mandating the censorship of certain content such as the internationally recognized Pakistani map in the event that those laws are abused for political purposes. Pure financial motivations might therefore lead to social media companies "compromising" on their "values".

For all intents and purposes, Facebook and other companies' responses to the possible abuse of India's forthcoming legislation will therefore set a precedent when it comes to other governments' partnerships with these platforms for "national security" reasons because this very concept itself could be subjectively interpreted to infringe on the legitimate rights of users abroad to responsibly express themselves.

Instead of passively reacting to the possible censorship of their internationally recognized map from social media because of Indian pressure, it might be prudent for Pakistanis to begin raising the issue of freedom of speech on these platforms in as many high-level public fora as possible, potentially even going as far as doing so in an official capacity.

Source: ***Adapted from an article written by Andrew Korybko***

سانحہ ارتحال

عبدالرحمٰن میر صاحب فی ذمۃ اللہ!

بانیٔ تنظیم اسلامی و مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ ساتھی جناب عبدالرحمٰن میر صاحب 16 جنوری کی صبح فجر کے وقت پچاسی (85) سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر اسرار صاحبؒ کی میر صاحب سے شناسائی پچاس کی دہائی کے اوائل میں دورِ طالب علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ میں سرگرم شرکت کے دوران ہوئی اور پھر یہ تعلقِ خاطر اور پُرخلوص دوستی ڈاکٹر صاحبؒ کے انتقال تک برقرار رہی۔ ہنستے مسکراتے اور محبت و خلوص کے پیکر' عبدالرحمٰن میر صاحب بائی پروفیشن چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ تھے اور ایک مدت سے اپنی اکاؤنٹینسی فرم کامیابی سے چلا رہے تھے۔ انہوں نے 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے قیام کے بعد سے اس کے سالانہ حسابات آج تک بلامعاوضہ audit کیے۔ یہ اعزازی کام انہوں نے دین کی خدمت اور مؤسسِ انجمن کے ساتھ طویل رفاقت کے حوالے سے کیا' جس کے لیے وابستگانِ مرکزی انجمن ان کی اور ان کے بڑے صاحبزادے جناب راشد میر صاحب کی سپاس گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!

جناب راشد میر نے نمازِ جنازہ سے قبل گھر پر تعزیت کے دوران راقم کو بتایا کہ وہ رات دو بجے کے قریب اباجان سے ملے تھے۔ اور جب صبح 5 بجکر دس منٹ پر نماز کے لیے اٹھانے ان کے کمرے میں گئے تو وہ غالباً نیند کے دوران ہی اپنے رب کے حضور پہنچ چکے تھے۔ مجھے ان کے آخری وقت اور اسرارؒ بھائی کی موت میں وقت اور کیفیت کے پہلو سے بہت مماثلت نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے ساتھ خاص الخاص رحمت کا معاملہ فرمائیں اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کر کے اعلیٰ علیین میں شامل فرمائیں۔ آمین!

راقم' ڈاکٹر عارف رشید (ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن) اور جناب احسن الدین صاحب (ناظم بیت المال' رکن شوریٰ مرکزی انجمن) کے ساتھ دو روز پہلے اتوار کے درس کے بعد میر صاحب سے ان کے گھر پر ملے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ہو گی۔ میر صاحب کی نیکی اور صالحیت بحمد اللہ ان کے دونوں بیٹوں میں بھی آئی ہے۔ راشد میر نے بوڑھے باپ کی خدمت کا حق جس طرح ادا کیا' اور خود نماز جنازہ پڑھا کر جو اعلیٰ مثال قائم کی' اللہ تعالیٰ اس کی جزا انہیں ضرور عطا فرمائیں گے۔ اسی طرح چھوٹے صاحبزادے جو امریکہ میں نیورو سپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں' نے بوڑھے والد سے ملاقات اور خدمت کے لیے گزشتہ سال کے دوران پاکستان کے پانچ بار چکر لگائے۔ یہ ان کی سعادت مندی کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اجر عظیم سے نوازیں۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر مرکزی جامع مسجد اے بلاک (ماڈل ٹاؤن) میں ادا کی گئی۔

(ڈاکٹر ابصار احمد)

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.4

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore